راشدہ رفعت

محبت ہم سفر میری

”ہاں تو برخوردار بتایئے قبول ہے؟“ قاضی صاحب نے اس کی خاموشی سے تنگ آکر دوبارہ دریافت کیا۔ وہ نفس انداز میں ہنوز خاموش بیٹھا تھا۔

”قبول ہے۔ جی قبول ہے۔“ دادا جان نے اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے قاضی صاحب کو جواب دیا۔

”بزرگوار! آپ خاموش رہیں مجھے بچے کی رضامندی چاہیے۔“ انہوں نے دادا جان کو خاموش کروانے کے بعد دوبارہ بچے کو مخاطب کیا۔

”ہاں تو بیٹا۔ بتایئے آپ اس نکاح کو قبول کرتے ہیں؟“ بہت تحمل سے انہوں نے پھر دریافت کیا۔

”یار! حد ہو گئی۔ کہہ تو دیا قبول ہے۔ میں دادا ہوں اس کا۔ میری زبان پر بھی اعتبار نہیں اگر قبول نہ ہوتا تو اتنی بڑی تقریب کاہے کو منعقد کرتے۔“ دادا جان دوبارہ بول اٹھے تھے۔

”بزرگوار! نکاح آپ کا نہیں ہو رہا۔ رضامندی لڑکے کو ہی دینا پڑے گی یہ شرعی تقاضا ہے۔ آپ براہِ کرم خاموش رہیں۔“ قاضی صاحب نے خشمگیں نگاہوں سے انہیں گھورا تھا۔

”ہاں تو برخوردار میں آپ سے پھر پوچھ رہا ہوں کہ کیا آپ کو مریم سکندر بنت سکندر جمال بعوض حق مہر۔۔۔“

قاضی صاحب نے فصیح و بلیغ عبارت پھر دہرائی

مکمل ناول

www.pkdigest.com

تھی۔

"قبول ہے جی۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے رضامندی کا اظہار کیا۔

نکاح کی کارروائی پوری ہوتے ہی مبارک سلامت کا شور مچ گیا۔ سب سے پہلے تو دادا جان نے ہی زوردار انداز میں پیٹھ تھپکی تھی پھر اویس والہانہ انداز میں گلے ملنے آگے بڑھا تھا۔

"کیا ہے؟" اس کے پھیلے ہوئے بازوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے سرد مہری سے دریافت کیا۔

"رسم ہے یار! نکاح کے بعد گلے ملتے ہیں۔" اویس نے دانت نکوستے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"یہ اتنے ڈھیر سارے لوگ نظر آرہے ہیں کسی سے بھی مل لو۔ میرے گلے لگنا ضروری ہے کیا؟" وہ بدستور خفا تھا۔

"برخوردار نکاح آپ کا ہوا ہے۔ معانقہ بھی آپ سے ہی کیا جائے گا۔" قاضی صاحب رجسٹر سنبھالتے سنبھالتے بلا ارادہ ہی نصیحت کر بیٹھے۔

"کیوں یہ بھی کوئی شرعی تقاضا ہے؟" وہ بڑبڑایا تھا۔

"اچھا بس! اب اپنے چہرے کے زاویے درست کرنا ہوں بہت ناراضی سے دیکھ رہے ہیں تجھے۔"

اویس نے سرگوشی کی۔ اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔ ابو واقعی خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور رہے تھے۔ شاید اس کی بے زاری ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ پائی تھی۔ ابو کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ بادل نخواستہ اٹھا تھا اور اویس سے گلے ملتے ہوئے ہوئی جبری مسکراہٹ بھی چہرے پر سجالی۔

✲ ✲ ✲

"بے وقوف لڑکی! پہلے کپڑے تو بدل لیتی پھر آرام سے کھانا کھاتے۔"

ماہین نے کھانے کے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے اسے ایک بار پھر کپڑے بدلنے کا مشورہ دیا۔

"اف ماہین! بھوک کے مارے بے ہوش ہونے والی ہوں۔ اپنی ساری زندگی میں اتنی دیر تک کرا ایک جگہ نہیں بیٹھی جتنا آج بیٹھنا پڑا۔ اور پھر سب لوگ میرے سامنے ہی دعوت اڑا رہے تھے۔ مجھ سے کسی نے جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا۔ بچی اتنی زبردست خوشبو تھی بریانی کی۔ میرے تو منہ میں پانی بھر آیا تھا۔" اس نے جلدی سے ٹرے اپنی جانب کھسکائی۔

"اچھا میں سوئٹ ڈش بھی لے آؤں۔" ماہین ہنستے ہوئے باہر چلی گئی۔

اور اسی لمحے انصر لاؤنج میں داخل ہوا۔ پہلی نظر اسی پر پڑی جو دونوں پاؤں صوفے پر چڑھائے ایک ہاتھ میں پلیٹ تھامے چاول ڈالنے ہی والی تھی۔ ابھی کپڑے تبدیل کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی تھی۔ خیر یہ ماننے کی بات تھی کہ وہ آج خاصی خوبصورت لگ رہی تھی۔ کلدائی سوٹ ماتھے پر نازک بندیا' دونوں ہاتھوں میں ڈھیر ساری چوڑیاں سلیقے سے کیے گئے میک اپ نے اس کے حسن کو دو آتشہ کر دیا تھا۔ ایک لمحے کو تو وہ ٹھٹھک کر رک گیا گویا پہچان ہی نہ پایا ہو۔

"او انصر! کھانا کھا لیا تم نے؟" وہ بھی اسے دیکھ چکی تھی جب ہی بے تکلفی سے مخاطب کیا۔ حالانکہ اس کو دیکھ کر دل نے ایک دھڑکن مس ضرور کی تھی۔

"ماہین کہاں ہے؟" انصر نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میٹھا لینے گئی ہے' آتی ہی ہوگی۔"

مریم اس کی سنجیدگی پر حیران تو ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل آرام سے جواب دے کر کھانا کھانے لگی۔ وہ چند لمحے کھڑا رہا پھر بنا کچھ بولے واپس پلٹ گیا تھا۔

"ابھی انصر بھائی آئے تھے؟" ماہین نے آتے کے ساتھ ہی پوچھا۔ اس نے اقرار میں گردن ہلا دی۔

"تھینک گاڈ! انہوں نے تمہیں چینج کرنے سے پہلے ہی دیکھ لیا۔ بیوٹیشن کی محنت تو وصول ہوئی۔ ویسے کیا کہہ رہے تھے؟" ماہین شرارتی ہوئی۔

"کچھ نہیں' تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ پھر کافی دیر تک کھڑا مجھے گھورتا رہا اور چلا گیا۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ ماہین ہنس پڑی۔

"تمہیں محبت سے دیکھ رہے ہوں گے۔ تم آج لگ بھی تو مت پیاری رہی ہو۔"

"پتا نہیں ماہین! لیکن میں انصر کے رویے سے الجھ ضرور گئی ہوں۔ وہ اتنا سنجیدہ تو کبھی بھی نہیں تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اس رشتے پر۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تم فضول کے وہم مت پالو۔" ماہین نے اسے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی ٹوک دیا تھا۔

"انصر بھائی تمہیں دل ہی دل میں بہت پسند کرتے ہیں۔"

"اچھا وہ مجھے دل ہی دل میں بہت پسند کرتا ہے اور یہ بات اس نے تمہیں خواب میں آکر بتائی۔" ماہین کے پریقین انداز پر اسے ہنسی آگئی تھی۔

"منحوسمت۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ میں جانتی ہوں انہیں اچھے طریقے سے۔" ماہین برامان گئی تھی۔

"اچھا چلو چھوڑو۔ کھانا کھاؤ۔ واقعی بہت مزے دار ہے۔" مریم نے موضوع بدلا اور ماہین بھی کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

✲ ✲ ✲

صبح کا آغاز بالکل معمول کے مطابق ہوا تھا۔

"مریم کہاں ہے؟ ناشتہ نہیں کرنا اس نے۔" ناشتے کی میز پر جب سب آبیٹھے تو دادا جان کو خیال آیا۔

"شرما رہی ہوگی ابا جی!" امی نے ہنستے ہوئے خیال ظاہر کیا۔

"نہیں' میرا خیال ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئی تھی کہہ رہی تھی سر میں درد ہے۔" ماہین نے لب کشائی کی۔

"کل ماشاء اللہ بہت پیاری بھی تو لگ رہی تھی۔ نظر ہی نہ لگ گئی ہو۔ میں نے انیسہ سے کہا بھی تھا کہ نظر اتار دے۔" امی کو فکر ہوئی۔ انصر بے دلی سے ناشتہ کرتا رہا گویا اس ذکر میں اسے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"السلام علیکم۔" اسی لمحے ہنستی مسکراتی مریم اندر داخل ہوئی تھی۔

"طبیعت ٹھیک ہے بیٹا؟" ابو نے پیار سے پوچھا۔

"مجھے کیا ہونا ہے بابا ابو! بس رات کو ذرا دیر سے آنکھ لگی۔ تھکن بہت ہو گئی تھی نا۔ سر میں بھی درد ہو رہا تھا۔ صبح نماز کے بعد پین کلر لے لی تھی اب تو اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے بشاشت سے جواب دیا۔

"خالی پیٹ گولی کھائی۔ کتنی بار منع کیا ہے' ری ایکشن ہو سکتا ہے۔" دادا جان کا ذہن پہلی بات میں ہی اٹک گیا تھا۔

"خالی پیٹ کہاں تھا دادا جان! رات کو اتنی دیر سے کھانا کھایا تھا۔ اب البتہ بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

انصر ازراجیم کی شیشی پکڑانا۔"

"ایک ہی سانس میں دادا جان کو جواب دے کر انصر کو مخاطب کیا۔ وہی پہلے جیسی بے تکلفی کا انداز۔

"ہونہ' امی کا خیال تھا شرما رہی ہوگی۔" دل ہی دل میں کڑھتے ہوئے جار اس کی جانب بڑھایا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ماہین کو ہنسی آگئی۔ اس نے بمشکل جلدی سے چائے کے کپ پر جھکتے ہوئے ہنسی دبائی تھی۔

✲ ✲ ✲

"میں نے اتنی بے زار شکل والا دولہا اپنی زندگی میں آج تک نہیں دیکھا۔"

تصویریں دھل کر آگئی تھیں اور اب اویس ایک ایک تصویر دیکھتے ہوئے تبصرہ کر رہا تھا۔

"اب تو دیکھ لیا ہے نا!" وہ ہنوز جلا بھنا تھا۔

"ہاں اب دیکھ لیا ہے نہ صرف میں نے بلکہ دنیا بھر نے۔ اب بہت ہو گیا انصر! مریم ہمارے خاندان کی عزت ہے ہم میں سے کسی کو بھی اچھا نہیں لگے گا اگر لوگ یہ تاثر لیں کہ تو اس رشتے پر راضی نہیں ہے اور پھر کیا کمی ہے مریم میں جو تیرے چہرے کے بگڑے زاویے ٹھیک ہی نہیں ہو رہے۔" اویس اس بار سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"مریم میں کوئی کمی نہیں ہے۔ کمی تو مجھ میں ہے

www.pkdigest.com

"اویس! سب گھر والوں کا احسان کہ انھوں نے مجھ جیسے شخص کے ہاتھ میں مریم کا ہاتھ تھما دیا ہے۔" وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔ اویس چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔

"او کے سوری بھئی۔ میں کوشش کروں گا کہ میرا بگڑا موڈ جلد درست ہو جائے۔"

اس سے زیادہ اکڑ دکھانا اس کی سرشت میں تھا ہی نہیں۔ تب ہی ہار مانتے ہوئے بولا۔ اویس اس کا کندھا تھپکتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"میں نے سب لوگوں کی خوشی کی خاطر ایک کمپرومائز کیا ہے اویس! اور ظاہر ہے میں اسے نبھاؤں گا بھی مگر مجھے اس کے لیے وقت چاہیے۔"

"گڈ" مجھے تم جیسے شریف لڑکے سے یہی توقع تھی۔" اویس نے شرارت سے اسے چھیڑا تو اس بار وہ بھی مسکرا دیا۔

"میں ذرا مریم کا بھی حال احوال پوچھ لوں۔ چائے بنانے گئی تھی میرے لیے اتنی دیر ہو گئی۔ ہو سکتا ہے پکوڑے بھی بنانے لگی ہو۔ خوشبو تو کچھ ایسی ہی آ رہی ہے۔" اویس خوشبو کا تعاقب کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔

وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ پھر غیر ارادی طور پر تصویروں کا البم اٹھا کر کھولا۔ پہلی تصویر مریم ہی کی تھی ماہین اس کی جانب جھکی کچھ کہہ رہی تھی اور وہ نظریں جھکائے مسکرا رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ تصویر پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔ پھر اگلی تصویر پلٹ دی اور حیرت انگیز طور پر پورا البم دیکھنے کے بعد بگڑے موڈ میں خاصا افاقہ ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج بہت دنوں بعد اسے فراغت میسر آئی تھی۔ بارہ بجے سو کر اٹھا تو امی سے زبردست سا ناشتہ بنوایا پھر سکون سے ٹی وی دیکھتے ہوئے ناشتہ کیا۔

"انصر بیٹا! فارغ ہو؟" امی نے کچن سے اسے پکارا۔

"فارغ ہی فارغ۔ کیوں کیا بات ہے؟" وہ چائے کا کپ اٹھائے کچن میں ہی چلا آیا۔

"وہ ذرا مریم کو لینے کالج تک جانا تھا۔" امی نے ہنڈیا میں ڈوئی چلاتے ہوئے سرسری سے انداز میں بتایا۔

"کیوں کیا ماہین کالج نہیں گئی؟ روز تو دونوں اکٹھی آتی ہیں۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ماہین بے چاری کو تو رات سے بخار ہو رہا ہے۔ گھنٹہ ہو گیا ہے ڈاکٹر کے ہاں گئے ہوئے۔ ابا جی کے ساتھ گئی ہے اور تمہیں تو پتا ہے ابا جی اور ڈاکٹر واسطی کی دوستی کا۔ مجھے تو لگتا ہے بچی کو ایک طرف بٹھا کر شطرنج کی بازی جمالی ہو گی۔"

"ہاں، صحیح کہہ رہی ہیں۔ دن میں تو واسطی صاحب بے چارے مکھیاں ہی مارتے ہیں شام کو پھر کوئی ایک آدھ مریض چکر لگا لیتا ہے۔"

"لیکن بھئی ہمارے بچوں کو تو ڈاکٹر واسطی کی دوا سے ہی آرام آتا ہے اچھا چلو چھوڑو کالج کی چھٹی ہونے ہی والی ہو گی۔ ذرا بھاگ کر مریم کو لے آؤ میرے بچے!" امی نے اسے پھر یاد دلایا۔

"اُفوہ امی! بچی نہیں ہے وہ۔ روز بھی تو دونوں رکشے پر ہی آتی ہیں آ جائے گی خود ہی۔" اسے سخت کوفت ہوئی۔

"اکیلی کیسے آئے گی۔ صبح بھی تمہارے ابو چھوڑ کر آئے تھے اور میں نے ہی کہا تھا کہ چھٹی کے وقت بھیج دوں گی کسی کو لینے۔"

"اکیسویں صدی ہے امی جی! لڑکیوں میں اتنا اعتماد ہونا چاہیے کہ......"

"اچھا بس اب بحث میں میرا وقت ضائع نہ کرو۔ نہیں جانا تو نہ جاؤ میں خود چلی جاتی ہوں۔ رکشے پر آنے جانے میں دیر ہی کتنی لگے گی۔" امی نے ناراض ہو کر چولھا بند کر دیا۔ پھر صافی سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے باہر نکلی تھیں۔

"ٹھہریں جا رہا ہوں میں۔" اس نے بادل نخواستہ انہیں پکارا تھا اور وہ شاید اسی پکار کی منتظر تھیں فوراً اندر آ کر چولھا دوبارہ جلا لیا۔

"چھٹی نہیں کروا سکتی تھیں آپ اسے۔ آئندہ

ماہین کو نہ جانا ہو تو اسے بھی مت بھیجیے گا۔ مجھ سے یہ ڈیوٹیاں نہیں نبھائی جاتیں۔" وہ بڑبڑا رہا تھا۔

"یہ ڈیوٹی تو بیٹا جی ساری عمر نبھانی پڑے گی۔" امی نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"کیوں کیا ساری عمر کالج میں پڑھنے کا ارادہ ہے اس کا؟" اس نے استہزائیہ انداز میں دریافت کیا۔

"ساری عمر کیوں؟ تمہارے جیسی تو حالت ہے نہیں اس کی کہ ایک کلاس میں تین سال لگا دے۔ خیر سے پہلی پوزیشن لینے والوں میں سے ہے۔"

امی نے فوراً "حساب" چکا دیا تھا۔ وہ بنا جواب دیے باہر نکل گیا۔ کبھی کبھی تو اسے لگتا تھا کہ امی نے اس کے بجائے مریم کو جنم دیا ہے بلکہ ایک امی ہی کیا گھر بھر کی لاڈلی تھی وہ۔ اور وہ خود تمام گھر والوں کی نظر میں نالائق، نکھٹو اور لاپروا پھر جانے سب نے اپنی لاڈو کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں کیوں تھما دیا؟ غصے میں کھولتے ہوئے وہ کالج پہنچا تھا۔ گرلز کالج جانا اور پھر وہاں مطلوبہ شخصیت کو ڈھونڈنا اس کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہوتا تھا۔ مگر آج اتفاق سے مریم اپنی دوست کے ساتھ کالج گیٹ سے نکل رہی تھی۔ اچانک اس کی دوست کی نگاہ انصر پر پڑی تھی۔ اس نے مریم کے کان میں سرگوشی کرتے شاید اسے انصر کی آمد کے بارے میں بتایا تھا اور اس سے پہلے وہ اس کی بائیک تک پہنچتی تین چار لڑکیاں قریب آ گئی تھیں۔

"آپ انصر محمود ہیں نا؟" بہت اشتیاق سے ایک لڑکی نے دریافت کیا تھا۔

"یقیناً۔" کوئی اور موقع ہوتا تو وہ لڑکیوں کو دیکھتے ہی بائیک بھگا کر لے جاتا مگر آج صرف مریم کو چڑانے کے لیے بتیسی کی نمائش میں کوئی حرج نہ سمجھا۔

"پھر جانے کیسے دیکھتے ہی دیکھتے لڑکیوں کا جمگھٹا بڑھتا گیا۔ اس نے ایک نگاہ مریم پر ڈالی۔ جو بہت سکون سے فائل ہاتھ میں تھامے اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اور اب وہ واقعی لڑکیوں سے پیچھا چھڑا کر اس تک جانا چاہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کو چڑانا الگ بات اور یوں اسے اپنے انتظار میں کھڑا دیکھنا بھی اچھا نہ لگ رہا تھا۔ مگر لڑکیاں تھیں کہ امڈی آ رہی تھیں۔ کافی دیر تک وہ لڑکیوں کو آٹوگراف دیتا رہا پھر بہت مشکل سے معذرت کرتے ہوئے پیچھا چھڑایا تھا مگر اب دور و نزدیک نگاہ دوڑانے پر مریم سکندر نہ ملی۔

"کہاں چلی گئی ہے؟" اسے ایک لمحے کو پریشانی پھر جھنجلاہٹ نے آن گھیرا۔

"شاید میرا انتظار سے تھک کر واپس کالج کے اندر چلی گئی ہو۔" ذہن میں یہی بات آ سکی۔

"کب تک بے وقوفوں کی طرح انتظار کروں۔ آتی رہے گی خود۔"

دس منٹ کے بعد شدید غصے کے عالم میں وہ واپس پلٹ گیا تھا اور گھر میں داخل ہونے کے ساتھ ہی غصہ سوا ہو گیا۔ مریم پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے کچن سے نکل رہی تھی۔ اس پر ایک نگاہ غلط ڈالی پھر اپنے کمرے میں گھس گیا۔

"حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی انصر!" امی جانے کب پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"یعنی کہ آپ اب بھی مجھ پر ناراض ہو رہی ہیں۔" وہ اپنی خفگی بھول کر حیران ہوا۔

"تم کب سدھرو گے انصر! بچی اکیلی واپس آئی ہے۔"

"تو پوچھیں بچی سے کہ کیوں اکیلی واپس آئی ہے۔ کیا میں گیا نہیں تھا اسے لینے۔ دیکھ تو لیا تھا اس نے مجھے پھر کیا جلدی پڑی تھی۔ ذرا سا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔"

"ذرا سا انتظار؟ وہ کیوں اپنا تماشا بنواتی تم نے جو جمگھٹا اکٹھا کر لیا تھا۔"

"میں نے نہیں اکٹھا کیا تھا۔ خود اکٹھے ہوئے تھے لوگ میرے گرد۔" اس نے دانستہ لڑکیوں کی جگہ لوگ کا لفظ استعمال کیا مبادا امی مزید بگڑیں۔

"ہاں ایسے تو تم پرنس آف ویلز ہو جو سب تمہارے ہی گرد پروانوں کی طرح جمع ہو جاتے ہیں۔" امی اس کے لیے ہمیشہ بہت عجیب و غریب تشبیہات استعمال کرتی تھیں باوجود غصے کے اسے ہنسی آ گئی۔

"پرتسس کہہ کر آپ میری توہین کر رہی ہیں امی! کہنا ہے تو پرنس کہہ لیں اور اتنا ناراض کیوں ہو رہی ہیں۔ آپ کو تو فخر ہونا چاہیے کہ آپ کا بیٹا لوگوں میں پاپولر ہے۔"

"بس کر لیا ہم نے تم پہ فخر۔ ایسا کون سا ایٹمی دھماکا کیا ہے تم نے۔ ڈھنگ کی چائے تک تو بنانی آتی نہیں۔ بچی کو لینے کالج بھیجا تھا وہ کام بھی نہ ہو سکا۔"

امی بڑبڑاتے ہوئے چلی گئیں اور وہ ہمیشہ کی طرح ان کی باتوں میں ربط ڈھونڈنے کی کوشش میں جی بھر کر ناکام ہوا تھا۔

✲ ✲ ✲

یہ نہیں تھا کہ اسے مریم سے کوئی ذاتی دشمنی تھی۔ تھوڑے دنوں پہلے تک دونوں ایک دوسرے کے کافی اچھے دوست تھے۔ وہ اس کے اکلوتے چچا کی اکلوتی بیٹی تھی۔

سکندر چچا بہت تھوڑی زندگی لکھوا کر لائے تھے۔ شادی کے محض چار سال بعد ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہو گئے۔ مریم! ماں کے ساتھ ننھیال چلی گئی۔ مگر مرین چچی کے بھائیوں نے جلد ہی ان کا عقد ثانی کر دیا۔ نئی زندگی میں مریم کی گنجائش نہ نکل سکی۔ وہ اپنے ننھیال میں ہی رہنے لگی۔

دادا اس بات سے لاعلم تھے۔ پوتی کی محبت سے مجبور ہو کر جب ایک دن دادا اس کے ننھیال پہنچے تو وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ لاڈلی پوتی کی بدتر حالت دیکھ کر ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ مریم کو واپس لے آئے۔ ماموں ممانیوں نے رسمی اعتراض بھی نہ کیا۔ رہی ماں تو وہ شادی کے بعد جدہ جا بسی تھیں۔ بیتے برسوں میں یا تو بچی کی یاد انہیں واقعی نہ ستائی یا پھر مجبوریوں نے ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے۔ صرف عید تہوار پر وہ بیٹی سے ٹیلی فون پر بات کر کے اس کی خیریت دریافت کر لیتا ہی بہت جانتی تھیں۔ مگر قدرت نے جہاں مریم سے کچھ رشتے چھینے تھے وہاں بہت سے رشتے اور وافر محبتیں اس کی جھولی میں ڈال دی تھیں۔ دادا ابو امی پھوپھو وہ سب کی چہیتی اور لاڈلی تھی۔

وہ اس سے پورے تین سال بڑا تھا مگر مریم نے کبھی اسے خود سے بڑا سمجھ کر عزت و احترام کا مستحق نہ جانا تھا۔ فطری طور پر وہ بھی من موجی قسم کا لڑکا تھا للٰہذا خود ہی مریم سے دوستی اور بے تکلفی کا رشتہ استوار ہو گیا۔ ہاں کبھی کبھار گھر والوں کی باتیں اسے مریم سے چڑا ضرور دیتیں۔

"کتنا شاندار رزلٹ آیا ہے مریم کا۔ پہلے تو سوچ رہے تھے کہ انفر کے رزلٹ کا انتظار کر لیتے ہیں۔ اکٹھا سیلیبریٹ کر لیں گے لیکن اب سوچ رہی ہوں کہ کیا فائدہ انتظار کا۔ پتہ تو ہے انفر کا رزلٹ کیسا آئے گا۔ ہم مریم کے لیے ہی پارٹی ارینج کر لیتے ہیں۔ کیوں آپا جی؟"

امی دادا جان سے رائے مانگتیں۔

"ہاں تو اور کیا' اس نالائق نے کون سا تیر مار لینا ہے۔"

اور اس نالائق کے اچھے نمبر' مریم کے بہت اچھے نمبروں کے سامنے واقعی کم لگتے۔

"آپ مریم کا اور میرا موازنہ کیوں کرتے ہیں۔ تین کلاس پیچھے ہے وہ مجھ سے۔" وہ کبھی کبھار چڑ کر امی کو یاد دلاتا۔

"جیسے کارنامے تم انجام دے رہے ہو' وہ تین کلاسیں آگے بھی جا سکتی ہے۔" دادا درمیان میں ضرور لقمہ دیتے۔ ویسے یہ سچ بھی تھا کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ پڑھائی میں اس کی دلچسپی کم ہوتی جا رہی تھی۔ جیسے تیسے کر کے یونیورسٹی پہنچ ہی گیا اور یہاں سے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ غیر نصابی سرگرمیوں میں تو وہ ہمیشہ سے ہی سب سے آگے ہوتا تھا۔ ایک یونیورسٹی فنکشن کی کمپیئرنگ کے دوران اسے ایک ٹی وی پروڈیوسر کی جوہر شناس آنکھوں نے منتخب کر لیا۔ ایک پرائیویٹ چینل کے میوزک پروگرام کے لیے انہیں ایک ہینڈسم اور پرکشش شخصیت کے مالک نوجوان کی تلاش تھی اور انفر محمود ہر لحاظ سے ان کے معیار پر پورا اترتا تھا۔ ایک مناسب معاوضے کی آفر کے ساتھ انہوں نے انفر کو اپروچ کیا تھا۔

"سوری سر میرے ابو مجھے گھر سے نکال دیں گے۔"

پیشکش اگرچہ پرکشش تھی مگر اس نے سنتے کے ساتھ ہی کانوں کو ہاتھ لگایا تھا۔

"کالج یونیورسٹی کی حد تک ان مشاغل میں حصہ لینا اور بات مگر یوں دن دیہاڑے ٹی وی اسکرین پر نمودار ہونا یہ تو ہمارے خاندان کی سات پشتوں میں بھی نہیں ہوا انفر!"

یہ ریمارکس مریم کے تھے۔ وہ حسب عادت اس سے یہ بات شیئر کیے بنا نہ رہ پایا تھا۔

"پھر بھی مریم اتنا اچھا چانس ہے۔ معقول معاوضہ بھی دے رہے ہیں۔ ایک بار ٹرائی کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔"

وہ اپنے انکار کے باوجود اس آفر کو ذہن سے نکال نہیں پا رہا تھا۔ ویسے بھی رضا حیات نے اس کے انکار کو سنجیدگی سے لیا بھی نہیں تھا۔

"اچھی طرح سوچ کر جواب دینا جوان' اتنا گولڈن چانس زندگی میں ایک بار ہی ملتا ہے۔ تمہاری عمر کے لڑکوں کو تو کریز ہوتا ہے شہرت کا۔ بیٹھے بٹھائے سلیبریٹی بن جاؤ گے۔" انہوں نے شہرت کا لالچ دیا۔

"مجھے شہرت کی اتنی خواہش نہیں بس ایک نیا تجربہ کرنے کو طبیعت مچل رہی ہے۔" اس نے مریم سے زیادہ خود کو یقین دلایا تھا۔

"دیکھ لو انفر یہ ایک ایسی دلدل ہے جو ایک بار اس میں پاؤں رکھ دے پھر وہ دھنستا ہی چلا جاتا ہے۔ تمہاری تعلیم۔ تمہارا کیریئر سب متاثر ہو گا۔" اس نے خلوص سے سمجھانا چاہا تھا۔

"ارے چھوڑو یار! تمہاری تعلیم' کیریئر اور مستقبل جیسے اس کے بغیر تو بہت روشن ہے نا۔ کیا تیر مار لوگے سیکنڈ ڈویژن میں ایم اے کر کے۔ ماموں کے بزنس میں ہاتھ ہی بٹانا ہے نا۔ اچھا ہے عملی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے کچھ انجوائے ہی کر لیا جائے۔"

پھوپھی زاد اویس اور علی تو اس آفر پر ایسے خوش ہو رہے تھے جیسے انفر کے بجائے انہیں ٹی وی اسکرین پر آنے کا موقع مل رہا ہو۔ ماہین بھی خوش ہو رہی تھی۔

"پچ انفر بھائی! اتنا اچھا چانس مس نہ کریں۔ میں اپنی سہیلیوں میں خوب شو ماروں گی۔"

"سو جوتے ماروں گا میں تمہیں جو یہ بیہودہ خیال ذہن میں آیا بھی تو۔" ابو کو بھی کچھ سن گن مل گئی تھی۔ سوائے خفگی ظاہر کیے بنا نہ رہ سکے۔

"میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی تھی انفر! جو یوں مجھے بڑھاپے میں ذلیل کروا رہے ہو۔" امی نے بھی آبدیدہ ہو کر شکوہ کیا۔

"آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں امی جیسے میں کوئی گھر سے بھاگ کر شادی کر رہا ہوں۔" وہ ابو کے بعد امی کے ردعمل پر بھی حیران پریشان رہ گیا تھا۔

"ہاں ہاں' اسی بات کی کسر رہ گئی ہے۔ کر لو بیٹا جی یہ ارمان بھی پورا۔ اس دن کے دیکھنے سے پہلے میں مر کیوں نہیں گیا۔ اچھا بھلا پچھلے سال ٹائیفائیڈ بگڑ گیا تھا۔ اللہ نے کیوں دوبارہ زندگی دی۔ اب جوان اولاد پسند کی شادی کے لیے گھر پر لات مار کر چلی جائے گی۔ ارے مجھے بتاؤ تو سہی کون ہے۔ پہلے ہی شک تھا کہ لڑکیوں کے ساتھ رہتا ہے کوئی چاند سے لے گی۔ اکلوتا پوتا ہے میرا۔ کیا کیا نہیں سوچا تھا۔"

دادا الگ دہائیاں دے رہے تھے۔ اس گھر کے لوگوں کے لیے اس کے ذہن میں اپنی ڈفلی اپنا راگ سے بہتر کوئی اصطلاح سوجھتی ہی نہ تھی۔ سو سر پہ پاؤں رکھ کر جو بھاگا تو انیسہ پھوپھو کے گھر جا کر دم لیا۔ نرم خو سی انیسہ پھوپھو جو پورے خاندان سے مختلف تھیں۔ بہت تحمل سے انہوں نے انفر کی بات سنی اور پھر بہت رسان سے اسے سمجھایا تھا۔

"بیٹا! ٹی وی پر آنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کون سا تم لڑکی ذات ہو۔ تمہاری عمر کے ہی اتنے قابل بچے ٹی وی پر دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی کرنٹ افیئرز کے پروگرام کی میزبانی کرتا ہے۔ کوئی ملکی حالات پر تبصرے کرتا ہے اور تو اور خبریں پڑھنے والے ہی اتنے پڑھے لکھے اور قابل ہوتے ہیں۔ اگر ایسی ہی آفر تمہیں بھی ہوتی تو مجھے یقین ہے کہ بھیا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ ہوتا مگر گانوں کے پروگرام کی میزبانی۔ تم خود سوچو کوئی ایسی قابل فخر بات تو ہے نہیں۔ اگر گھر والے منع

www.pkdigest.com

کر رہے ہیں تو وہاں جاؤ۔"

"میں مان جاتا پھوپھو جان! بالکل مان جاتا بلکہ میں نے تو گھر والوں کو بتانے سے پہلے ہی رضا صاحب کو انکار کر دیا تھا مگر ابو، امی اور دادا جان سب ایسا ردِ عمل ظاہر کر رہے ہیں جیسے رنگے ہاتھوں کسی چور کو پکڑا ہو۔ اور جیسے یہ میرے دل میں چھپا کوئی برسوں کا ارمان ہو۔ نہ میری کوئی وضاحت سنی نہ کچھ بولنے کا موقع دیا بس ایک دم چڑھائی کر دی۔ اور یہ میرے ساتھ پہلی بار نہیں ہو رہا۔ میرے گھر والے مجھے ہمیشہ انڈر اسٹیمیٹ ہی کرتے آئے ہیں میں نالائق ہوں لاپروا ہوں اور اب تو سب کی نظروں میں کردار بھی مشکوک ہو گیا جیسے میوزک پروگرام کی کمپیئرنگ نہ ہوئی کسی پشتو فلم میں اداکاری ہو گئی۔"

تشبیہات استعمال کرنے میں وہ بھی اپنے گھر والوں سے کم نہ تھا۔ انیسہ پھوپھو کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اور آپ خود سوچیں کیا قباحت ہے اس کام میں۔ چند گھنٹوں کا اتنا معقول معاوضہ دے رہے ہیں۔ ٹائمنگ ایسی کہ یونیورسٹی کی کلاسز آف ہونے کے بعد ریکارڈنگ ہو گی اور پہلے تو میں مان بھی جاتا مگر اب یہ میری بھی انا کا مسئلہ ہے۔ زندگی میں ہر معاملے میں گھر والوں نے مجھ پر اپنی رائے ٹھونسی ہے۔ یہ مت پہنو، وہاں مت جاؤ، وہ لڑکا اچھا نہیں ہے اس سے دوستی چھوڑ دو۔ اس لڑکے کا باپ قابل ہے اس سے دوستی بڑھاؤ۔ ان مضامین کا کوئی اسکوپ نہیں ہے۔ فلاں سبجیکٹ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہیں۔ پھوپھو! میں کوئی انسان ہوں یا موم کی گڑیا۔"

وہ ٹھیک ٹھاک تپا ہوا تھا۔

"لیکن میرے چندا۔" پھوپھو نے پیار سے اس کی پیشانی پر بکھرے بال سمیٹے۔

"نہیں پھوپھو! آپ انصاف سے کام لیں۔ مجھ سے زیادہ آزادی مریم اور ماہین کو ملی ہوئی ہے۔ وہ اپنا ہر فیصلہ اپنی مرضی سے کرتی ہیں۔ ماہین تو چلو امی ابو کی اپنی بیٹی ہے وہ تو مریم کو بھی میرے اوپر اتنی فوقیت دیتے ہیں جیسے امریکہ، انڈیا کو پاکستان پر۔ اپنی عمر کے مطابق کوئی شوق جو میں نے پورا کیا ہو۔ بالوں کی کٹنگ تک تو ابو کی پسند کے مطابق کرواتا ہوں۔" اس نے اتنے دنوں سے دل میں دبی بھڑاس نکالی تھی۔

"تو پھر دیکھ لو اتنے سارے لڑکوں میں اس پی ٹی وی پروڈیوسر کی نگاہ تم پر ہی کیوں پڑی۔ ماشاء اللہ اتنے ڈیسنٹ اور ڈیشنگ لگتے ہو اسی لیے نا۔" پھوپھو اسے پچکار رہی تھیں۔

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں پھوپھو جانی کہ جب آج تک میں نے خاندان کی عزت پر بٹہ لگانے والا کوئی کام نہیں کیا تو اب کیوں کروں گا۔ صرف 45 منٹ کے ایک پروگرام کی کمپیئرنگ، لائیو ٹیلی فون کالز اور بس۔"

وہ اپنے موقف پہ ڈٹا ہوا تھا۔ پھوپھو ٹھنڈا سانس لے کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

"تو بھیا کیا قباحت ہے 45 منٹ کے پروگرام کی کمپیئرنگ، لائیو ٹیلی فون کالز اور بس۔"

"تو تم بھی بھتیجے کی طرف دار بن کر آ گئی۔ ہمارے خاندان میں پہلے بھی کسی نے ایسا کام کیا بھی ہے؟"

"تو ہمارے خاندان میں کبھی کسی کو ایسے کام کی آفر بھی ہوئی ہے؟ آپ دادا جان، ابو یا امی تو گانوں کے پروگراموں کی میزبانی کرنے سے رہے۔"

ماہین، مریم کے کان میں بولی۔ اس کا ووٹ بھائی کی طرف تھا۔

"جوان خون ہے بھیا! آپ کو اپنے اندر ہی لچک پیدا کرنی پڑے گی ورنہ اس عمر کی بغاوت بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اچھا موقع ہے یہ بات مان لیں اس مطالبے پر کہ وہ مستقبل میں آپ کی کوئی بات مان لے گا۔"

پھوپھو کی رگوں میں بھی آخر دادا کا ہی خون تھا۔ بہت دور رس نگاہ پائی تھی انہوں نے۔ ابو نے پُرسوچ انداز میں ہنکارا بھرا تھا۔

"ٹھیک ہے بلاؤ اس ناہنجار کو۔" یہ ابو کی طرف سے مشروط معافی کا اعلان تھا۔

☼ ☼ ☼

اور جس کام کو وہ آسان سمجھ رہا تھا وہ جب شروع کیا تو دانتوں پسینہ آ گیا۔ کیمرے کا سامنا کرنا ہرگز اتنا آسان نہیں تھا اور لائیو کالز اٹینڈ کرنا۔ بعض کالز تو ایسی ہوتی تھیں کہ اس کے چھکے چھوٹ جاتے تھے پھر آہستہ آہستہ فطری اعتماد غالب آ گیا۔ کچھ ہی عرصے میں اس کا پروگرام کافی مقبول ہو گیا تھا۔

ابو نے اجازت تو دے دی تھی مگر موڈ ایک عرصے تک خراب رہا۔ دادا کی بڑبڑاہٹیں بھی کافی دن جاری رہیں۔ امی خیر اب ناراضی وغیرہ بھلا کر بہت شوق سے چشمہ لگا کر اس کا پروگرام پورے 45 منٹ تک دیکھتی تھیں۔ ماہین کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس کی خواہش ہوتی تو یہ کہ انفر اسے کالج چھوڑ آئے اور فرمائش ہوتی تھی تو یہ کہ انفر اسے کالج سے لے آئے۔

اور پھر ان دنوں جب وہ بہت اعتماد سے اپنا پروگرام آگے بڑھا رہا تھا تو ایک لڑکی کی کالز اسے تنگ کرنے لگیں۔ اس کا مقصد فرمائش کرکے گانے سننے سے زیادہ انفر محمود کو تنگ کرنا ہوتا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے آپ کی شکل کس سے ملتی ہے؟" وہ ایسے سوالوں کا عادی تھا مثلاً "آپ یقین کریں آپ بالکل میرے ماموں میں ملتے ہیں۔" یا پھر یہ کہ "میری امی کہتی ہیں کہ انفر کی شکل دیکھ کر مجھے اپنا رامس یاد آتا ہے۔ وہ پانچ سال سے امریکہ میں ہوتے ہیں۔" اور ایسی کالز کا مسکرا کر جواب دینا، انہیں اپنائیت کا احساس دلانا اب اس کے لیے معمول کی بات تھی مگر یہ لڑکی جو کہہ رہی تھی۔

"انفر اگر آپ کا رنگ تھوڑا سا مزید فیئر کر دیا جائے اور آپ دو چوٹیاں ڈال لیں تو یقین کریں بالکل میری پھوپھو میں ملتے ہیں۔ وہ جوانی میں بالکل آپ جیسی تھیں۔"

شوخی اور شرارت سے بھرا یہ جملہ سن کر اس کے اعصاب جھنجھنا اٹھے۔ ہر تیسرے دن وہ لڑکی اسی طرح کی کوئی اوٹ پٹانگ بات کر کے اس کے ضبط کا امتحان لیتی پھر ایک دن ان پراسرار ٹیلی فون کالز کا معمہ بھی حل ہو گیا۔ رات کو وہ پانی پینے اٹھا تھا پھر لاؤنج کی لائٹ جلتی دیکھ کر وہاں چلا آیا۔ ایک بجے اس کا پروگرام ریپیٹ ٹیلی کاسٹ ہوتا تھا اور اب سوا ایک بج رہا تھا۔

"آج تم نے بہت برا کیا مریم!" ماہین کی کھی کھی سنائی دی تو اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔

"دیکھو بے چارے انفر بھائی ایک دم کتنا پزل ہو گئے ہیں۔" ماہین کے کہنے پر مریم نے کیا جواب دیا وہ سن نہ پایا کیونکہ دماغ گتھی سلجھانے میں مصروف تھا اور یہ گتھی [illegible] سلجھ گئی۔

"تو یہ تم تھیں۔" اگلے ہی پل وہ لاؤنج کے اندر تھا۔ مریم اور ماہین دونوں گڑبڑا گئیں۔ ماہین نے جلدی سے اٹھ کر ٹی وی بند کر دیا۔

"کئی دنوں سے میں سوچ رہا تھا کہ آواز کچھ جانی پہچانی لگتی ہے مگر یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ حرکت میرے گھر کے بندے کی ہو سکتی ہے۔" شدید غصے نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"حالانکہ مریم تو آواز بدل کر بولتی تھی۔" ماہین نے ہکلاتے ہوئے وضاحت دی۔ وہ کبھی کبھار ہی غصے میں آتا تھا مگر اسے بھائی کے غصے سے ڈر لگتا تھا۔ مریم البتہ اب ریلیکس بیٹھی تھی۔

"میری شکل تمہاری کس پھوپھو میں ملتی ہے؟" وہ حساب بے باق کرنے کے موڈ میں تھا۔

"انیسہ پھوپھو میں۔" اس نے مزے سے جواب دیا۔ وہ چند لمحوں تک اسے چپ چاپ کھڑا گھورتا رہا۔

"اگر آئندہ تم نے مجھے تنگ کیا تو.....؟" ادھورے جملے میں وارننگ چھپی تھی۔

"نہیں کریں گے بھائی!" مریم سے پہلے ماہین نے یقین دہانی کروائی تھی۔

☼ ☼ ☼

اور وہ بے وقوف تھا جو اس یقین دہانی پر اعتبار کر بیٹھا۔ یہ اس واقعے کے تین دن بعد ہی کی بات تھی،

جب وہ پروفیشنل سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے فون کالز لے رہا تھا۔ اویس کہتا تھا کہ یہ اس کی مسکراہٹ ہی ہے، جس کی وجہ سے اس کے پروگرام میں اسی فیصد کالز نوجوان لڑکیوں کی اور باقی بیس فیصد نوجوان لڑکیوں کی والدہ محترماؤں کی ہوتی تھی۔

"جی تو بتایئے۔ کون ہے ہمارے ساتھ؟" اس نے اپنی دلکش مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے ٹیلی فون کال ریسیو کی۔

"مجھے کیا معلوم کہ کون ہے آپ کے ساتھ۔ ٹی وی اسکرین پر تو اس وقت آپ اکیلے ہی نظر آ رہے ہیں۔" دوسری طرف سے بے حد سنجیدہ جواب موصول ہوا۔ آواز سننے اور پہچاننے میں اسے دو سیکنڈ سے بھی کم وقت لگا تھا۔

"ناٹ اگین۔" وہ دل ہی دل میں بے بسی سے بولا۔ آج پتہ نہیں وہ اس کے ساتھ کیا کرنے جا رہی تھی۔

"اچھا تو کیا کرتی ہیں آپ؟" اس نے مجبوراً سوال دہرایا۔ حالانکہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فون کے دوسری طرف شخصیت کیا کچھ کرتی ہے۔

"آپ نے میرا نام تو پوچھا ہی نہیں۔" جواب کے بجائے شکوہ موصول ہوا۔

"اوہ سوری تو آپ خود ہی بتا دیجیے۔"

"کیا' یہ بتاؤں کہ میں کیا کرتی ہوں؟" بھولپن سے پوچھا گیا۔

"نہیں' پہلے نام بتا دیجیے۔" وہ ضبط کی آخری حد پر تھا۔

"مہرالنساء۔" کتنی نغمگی تھی اس آواز میں۔

"جی تو مہرالنساء! کون سا گانا سننا چاہیں گی آپ؟" وہ جلد از جلد کال بھگتانا چاہ رہا تھا۔

"میں گانے نہیں سنتی۔" دو ٹوک جواب موصول ہوا۔

"جی کیا بات ہوئی مہرالنساء! موسیقی کس کو اچھی نہیں لگتی۔ موسیقی تو روح کی غذا ہوتی ہے۔" وہ مسکرا کر بات کرنے پر مجبور تھا۔

"نہیں جی! آج کل کی جیسی موسیقی ہے وہ کسی بدروح کی غذا تو ہو سکتی ہے لیکن کسی نیک روح کی غذا ہرگز نہیں۔" دوسری طرف سے قطعی انداز میں رائے موصول ہوئی۔

"اوکے مہرالنساء! آپ اپنی رائے کے اظہار میں آزاد ہیں۔ ناظرین! یہی ہمارے پروگرام کی خاص بات ہے کہ ہم برا مانے بغیر ہر کسی کے نقطہ نظر کو سنتے ہیں تو مہرالنساء! یہ بتائیں کہ آپ کسی کو کوئی میسج دینا چاہتی ہیں؟" وہ جلد از جلد کال بھگتانا چاہ رہا تھا۔

"جی بالکل' میسج تو دینا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں ہنسی تھی۔ کسی انجانے خدشے سے انصر کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

"ہیلو آپ سن رہی ہیں نا مجھے؟"

"جی جی بالکل مہرالنساء! آپ جلدی سے میسج دیجیے پھر ہم نے ایک اور کال بھی لینی ہے۔"

"اوکے۔ دراصل میں آپ کے پروگرام کے توسط سے اپنے کزن کو میسج دینا چاہتی ہوں۔ وہ اس وقت گھر سے باہر کسی ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ آپ کا پروگرام دیکھ رہے ہوں تو انہیں میرا پیغام ہے کہ ان کا رزلٹ آناؤنس ہو گیا ہے۔ دو سبجیکٹس میں کمپارٹ آئی ہے۔ ان کے ابو بہت غصے میں ہیں تو جب بھی میرے کزن گھر آئیں تو اپنے آپ کو ابو کے غصے کا سامنا کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار کر کے آئیں۔"

اس نے شرارتی انداز میں میسج ریکارڈ کروایا تھا۔

"اوکے مریم! اوہ۔ میرا مطلب ہے مہرالنساء! امید ہے آپ کے کزن نے یہ پیغام سن لیا ہوگا۔" اس نے کہتے کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

"آیئے ناظرین! اگلی کال لینے سے پہلے ایک گانا سنتے ہیں۔" اس نے بمشکل مسکراتے ہوئے کہا اور کیمرہ آف ہوتے ہی پانی کا گلاس لبوں سے لگا لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"بس اسی دن سے ڈرتا تھا میں۔"

رات ڈرتے ڈرتے جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا' ابو اسی کے انتظار میں ٹہل رہے تھے۔

"کیوں میاں! روز اسی وقت تشریف آوری ہوتی ہے نا؟ کتنے دن سے تمہاری ماں نے دھوکے میں رکھا ہوا تھا۔ میں تو خبرنامہ دیکھتے کے ساتھ ہی نیند کی گولی کھا لیتا تھا اور وہ کہتی تھی ادھر آپ سوئے ادھر انصر گھر آیا۔ آج میں نے سوچا بہت دن ہو گئے صاحبزادے کے درشن کیے ہوئے چلیں جاگ کر ملاقات کا شرف حاصل کر لیتے ہیں۔" ابو جب طنز کرنے پر آتے تھے تو بھگو بھگو کر مارتے تھے۔

"میں ابو! بس وہ آج۔۔۔" وہ ہکلا گیا۔

"صبح کچھ امید بندھی تھی کہ چلو صاحبزادے نے جیسے تیسے ہی سہی ماسٹرز ڈگری تو حاصل کر لی ورنہ مجھے تو پوری امید تھی کہ دو چار سبجیکٹس میں لٹکے پڑے ہوں گے مگر ہماری ایسی قسمت کہاں کہ اولاد کی طرف سے سکون کا سانس مل سکے۔"

وہ جانے کیا کیا بول رہے تھے مگر اس کا دھیان پہلے فقرے میں ہی اٹک گیا تھا۔

"میں پاس ہو گیا ابو؟" اس نے ڈرتے ڈرتے تصدیق چاہی تھی۔

"جی سیکنڈ ڈویژن میں اور صرف پانچ نمبروں سے سیکنڈ ڈویژن بنی ہے ورنہ۔۔۔"

اسے اس ورنہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس کا دل خوشی سے بھنگڑا ڈالنے کو چاہ رہا تھا۔

"دنیا بھر کی اولاد کتنی سعادت مند ہوتی ہے۔ ایک ہم ہیں۔ رات دو بجے آوارہ گردی کر کے لوٹتے ہیں صاحبزادے' اسی دن سے ڈرتا تھا میں۔ محض اسی ڈر سے شوبز جوائن نہیں کرنے دے رہا تھا۔ کہاں تھے اب تک؟"

ابو نے کڑک دار آواز میں پوچھا اور اس کا جی چاہ رہا تھا کہ مریم کی گردن اتنے زور سے دبائے کہ "کڑک" کی آواز دور دور تک سنی جائے۔

☼ ☼ ☼

"سوری انصر! میں نے تو صرف مذاق کیا تھا۔ دراصل ہم سب اتنے خوش تھے۔ میں نے سوچا تمہیں اچانک سرپرائز ملے گا تو تم بھی بہت خوش ہو گے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ڈر کے مارے اتنا لیٹ آؤ گے اور تایا جان بھی جاگ رہے ہوں گے۔" وہ واقعی بری طرح شرمندہ ہو رہی تھی۔

"آئندہ میں نہ تو تمہیں پروگرام میں فون کر کے تنگ کروں گی نہ کوئی جھوٹ نہ مذاق۔ میں نے واقعی پچھلے دنوں تمہیں بہت ستا لیا۔ آئندہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ پرامس۔" وہ سچے دل سے یقین دہانی کروا رہی تھی۔

"اٹس اوکے۔" وہ مسکرا دیا۔ ویسے بھی وہ بنیادی طور پر دل میں کدورت رکھنے والا شخص نہیں تھا مگر ابو کی کدورت شاید ابھی تک دھل نہ پاتی بھی اور دھل بھی جاتی اگر اس روز وہ ایک پروگرام نہ دیکھ لیتے۔

"بھئی خبرنامہ آنے والا ہے تم سب لوگ ڈرامہ بعد میں دیکھ لینا۔ لاؤنج میں سب لوگوں کی محفل جمی تھی جب ابو اندر آئے۔

"آپ کو تو روز خبرنامے کی پڑی رہتی ہے۔ آج کوئی نئی خبر نہیں ہے۔" امی نے فیصلہ کن انداز میں اطلاع دی تھی۔

"کیوں بھئی آج کس خوشی میں خبروں کی ہڑتال ہوئی۔" ابو کا موڈ خاصا خوشگوار تھا۔

"آج انصر کا اسپیشل شو آئے گا بھیا!" انیسہ پھوپھو بھی آج اتفاق سے گھر آئی ہوئی تھیں یہ اطلاع انہوں نے ہی خوشی خوشی بھائی کو سنائی۔

"ہاں بھئی' صاحبزادے مشہور ہو گئے ہیں اور تو اور کل ڈاکٹر واسطی کے کلینک جانا ہوا تو پڑوس کی مسز زاہد اپنی والدہ کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اپنی

والدہ سے میرا تعارف یہ کہہ کر کروایا کہ میں انفر کا باپ ہوں۔" ابو نے جیسے لطف لیتے ہوئے بتایا تھا۔ کچھ بھی تھا بیٹے کا مشہور ہونا انہیں بھی اچھا لگا تھا۔

"ہاں تو دنیا دیکھتی ہے انفر کا پروگرام۔ ماشاء اللہ خوب مشہور ہو رہا ہے۔ میرا بیٹا۔" فخر امی کے انگ انگ سے ظاہر ہو رہا تھا۔ ابو مسکرا دیے۔

"بس ایک آپ نے قسم کھائی ہے بیٹے کو ٹی وی پر نہ دیکھنے کی۔ ایسا پیارا لگتا ہے کہ مجھے تو ہر گھڑی ڈر لگا رہتا ہے کسی کی نظر نہ لگ جائے۔"

"اور انفر بھائی بولتے بھی تو خوب ہیں۔" امی خاموش ہوئیں تو ماہین نے بھی ہمت پا کر بھائی کی تعریف کر ڈالی۔

"بھئی۔ میرے بھتیجے کی پرسنالٹی ہی اتنی شاندار ہے کل کے اخبار میں بھی اس کے شو کی خوب تعریف آئی تھی۔" انیسہ پھوپھو کیوں بھتیجے کی تعریف میں پیچھے رہتیں۔

"ماہین! میرا چشمہ تو لے آؤ بیٹا پروگرام شروع ہو گیا ہے۔" امی نے ماہین کو دوڑایا تھا۔

"چلو آج ہم بھی دیکھ لیتے ہیں تمہارے بیٹے کا پروگرام۔" ابو خبرنامے کی قربانی دیتے ہوئے پروگرام دیکھنے بیٹھ گئے۔

آج کا پروگرام معمول سے ہٹ کر تھا۔ چینل کی سالگرہ تھی اور مشہور گلوکار اور اداکار اکٹھے یہ سالگرہ منا رہے تھے۔ کمپیئرنگ کے لیے چینل والوں کے پاس انفر محمود سے بہتر چوائس اور کوئی نہ تھی۔ ہاں پروگرام میں رنگینی پیدا کرنے کے لیے ایک نئی ماڈل ہوسٹ بھی ساتھ چپکا دی تھی اور وہ واقعی پورے پروگرام میں انفر محمود سے چپک کر بیٹھی رہی۔ پروگرام میں تو رنگینی پیدا ہوئی یا نہیں مگر یہاں لاؤنج میں سنگینی ضرور پیدا ہو گئی تھی۔ سلیولیس شرٹ، کھلے گلے اور انتہائی فٹنگ والی شرٹ پہنے یہ کمپیئر ہر دو منٹ بعد کوئی بے تکی بات کرتے ہوئے انفر کی جانب جھک کر قہقہہ لگاتی اس کی بے باکی نے انفر کو بھی خاصا کنفیوز کر دیا تھا۔ اسٹوڈیو میں کیمرے کا سامنا کرتے ہوئے کئی فون کالز لینا۔ فرمائش کے مطابق ویڈیو لگوانا اور بات تھی۔ مگر اس ہوشربا دوشیزہ کو آڈیو ویڈیو سمیت برداشت کرنا قطعاً "الگ تجربہ"۔

"خبرنامے والا چینل تو لگا تا مریم احتشام کی خبروں میں بتا رہے تھے کہ کہیں کوئی دھماکہ ہوا ہے۔" انیسہ پھوپھو نے ہی ہمت کرتے ہوئے چینل بدلوانے کی کوشش کی۔

"صبح کے اخبار میں آ جائے گی خبر۔"

ابو ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولے تھے۔ نگاہیں ابھی بھی اسکرین پر یوں جمی تھیں جیسے سامنے بیٹھے انفر کو آنکھوں ہی آنکھوں میں سالم نگل لیں گے۔ ایک گھنٹے کا پروگرام تھا اور پورا ایک گھنٹہ ابو ٹی وی کے سامنے جم کر بیٹھے رہے۔

"میرا ٹیسٹ ہے کل تیاری کرنی ہے۔" سب سے پہلے مریم کھسکی تھی۔

"اف یونیفارم میلا ہو رہا ہے۔ صبح کالج بھی جانا ہے۔" مریم کی طرح ماہین کو بھی یاد [illegible] دن اتوار ہے۔ اس نے بھی رفوچکر ہونے میں عافیت جانی تھی۔

"ذرا اباجی کو دیکھ آؤں۔ پتہ نہیں بلڈ پریشر کی دوائی بھی لی یا نہیں۔ کہہ رہے تھے دو دن سے سر میں درد محسوس ہو رہا ہے۔" انیسہ پھوپھو کو بھی بھول گیا کہ رات کھانے کے بعد خود اباجی کو دودھ کے ساتھ دوا کھلا دی تھی۔

"تو میری تو عشاء کو ہی اتنی دیر ہو گئی یہ ماہین کی بچی ٹی وی نہ چلاتی تو کب کی نماز پڑھ لی ہوتی۔" سب سے آخر میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر امی اٹھی تھیں۔

"بیٹھ جایئے۔" ابو کی گونجدار آواز گھر بھر میں گونجی اور جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔

☆ ☆ ☆

"تو کس نے کہا تھا کہ اتنے شوق اور اہتمام سے ابو کو وہ پروگرام دکھائیں۔"

"تو کس نے کہا تھا کہ اتنے بیہودہ پروگرام میں شرکت کرو۔" آج امی بھی سخت جلال میں تھیں اور امی کے جلال کا سامنا کرنے کو تو وہ ذہنی طور پر تیار تھا ہی مگر یہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آج کا پروگرام سب کی "مخلصانہ" کوششوں کے نتیجے میں ابو بھی دیکھ چکے ہیں اور دیکھنے کے بعد بی پی خطرناک حد تک شوٹ ہو چکا ہے۔

"نالائق، نامعقول، ناہنجار۔" ابو جب غصے میں ہوتے تو اس کے لیے کچھ اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتے۔ کانوں کو یہ الفاظ سننے کی اتنی عادت ہو چکی تھی کہ اسکول و کالج کے زمانے تک اردو گرامر کے پرچے میں اسے "نا" کے سابقے والے الفاظ لکھنے میں کبھی کوئی دشواری نہ ہوتی تھی۔

"کل سے تم مجھے ٹی وی اسکرین پر نظر نہ آؤ۔"

"میرا ایک سال کا کانٹریکٹ ہے ابو جی!" اس نے منمناتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ فیلڈ ہی ایسی ہے مدحت بیگم لیو ایک دفعہ چلا گیا سو چلا گیا۔ آج صاحبزادے کمپیئرنگ کر رہے ہیں۔ کل مائیک ہاتھ میں پکڑ کر گانے گائیں گے۔ پرسوں کسی فلم کی آفر ہو رہی ہوگی۔ ابھی بھی وقت ہے کسی کھونٹے سے باندھ دو۔"

"اچھا اب ایسے بھی نہ کہیں۔ میرا بیٹا ہے کوئی قربانی کا بکرا تو نہیں۔" امی اس اصطلاح سے ذرا نالاں ہی تھیں۔ وہ جیسے پیش گوئی کرتے ہوئے اٹھ گئے تھے۔

"مان لو میری بات ورنہ سر پکڑ کر رونا پڑے گا۔"

☆ ☆ ☆

"ایک پروگرام کی اتنی کڑی سزا۔" وہ امی کی بات سن کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"اسی کو کہتے ہیں کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ نہ وہ پٹاخہ آپ کے ساتھ بیٹھتی نہ آپ کو یہ سب سننا پڑتا۔" ماہین نے ہمدردی کی۔

"میں سب کچھ سننے پر تیار ہوں مگر خدارا! ابھی میرے ہاتھ پاؤں مت باندھیں۔ ابھی میری عمر ہی کیا ہے امی؟"

"اس عمر میں تمہارے ابو کی گود میں تم آ گئے تھے۔" امی نے جتایا۔

"لیں یہ قصور بھی میرے کھاتے میں ڈال دیں۔" وہ خفا ہوا۔

"اچھا بس میں نے کہہ دیا ہے اگر تمہاری کوئی پسند ہے تو چپکے سے مجھے ابھی بتا دو پھر نہ کہنا کہ امی نے اتنے اہم معاملے پر میری مرضی ہی نہیں لی۔"

"اب کہہ رہی ہیں پسند بتا دو جب پسند کرنے کے دن تھے تو دھمکی دی تھی کہ خبردار کسی یونیورسٹی فیلو کو پسند کیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"ہاں تو اور کیا یونیورسٹی پڑھنے جاتے تھے یا لڑکیاں ڈھونڈنے ایسی تربیت تو میں نے تمہاری کی ہی نہیں۔" امی کو اپنی تربیت پر فخر ہوا۔

"تو ایک وہی جگہ تھی لڑکیاں پسند کرنے کی۔ کسی بس اسٹاپ یا شاپنگ مال میں تو مجھے لڑکی ملنے سے رہی۔"

"کیوں خاندان میں لڑکیاں کم ہیں کیا؟" وہ جھنجھلا گئیں۔

"خاندان کی لڑکیوں کو تاڑتا پھروں ایسی تربیت کی تھی آپ نے؟" اس نے انہیں لاجواب کر دیا۔

"تو بس جو مجھے پسند آئی ہے اس پر چوں چراں نہ کرنا۔" انہوں نے تنبیہہ کی۔

"میری پیاری امی! میں سو فیصد آپ کی پسند سے ہی شادی کروں گا مگر ابھی اتنی جلدی۔ میں ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔" اس نے منتی لہجے میں بولا تھا۔

"تو میرے بچے ہم بھی ایسی کوئی ہتھیلی پر سرسوں نہیں جما رہے ہیں۔ ابھی تو لڑکی ڈھونڈیں گے۔ بات چلائیں گے اور انہوں نے تمہیں بھی پسند کر لیا تو منگنی وغیرہ کریں گے۔ تمہارے ابو کو تسلی ہو جائے گی ورنہ وہ تو آج کل ہر ٹی وی ایکٹریس کو اپنی ممکنہ بہو کے روپ میں دیکھ رہے ہیں۔"

"اف میرے خدایا! اتنی بے اعتباری۔" اس کا جی چاہا اپنے سر کے بال نوچ لے۔

☆ ☆ ☆

www.pkdigest.com

"دلیں بھابھی! لڑکی بغل میں ڈھنڈورا شہر میں۔ میری دیورانی کی بہن کی بیٹی نظر آگئی آپ کو اور اپنی مریم دکھائی نہ دی۔" جہاں پھوپھو کو امی کی بات پر تعجب ہوا تھا وہاں امی پھوپھو کی بات سن کر ششدر رہ گئیں۔

"مریم؟"

"ہاں تو اور کیا۔ بھئی سچی بات ہے میں نے تو جب بھی انفر کے ساتھ کسی لڑکی کو سوچا تو ذہن میں مریم کے علاوہ کوئی اور آئی ہی نہیں۔ کیا سجے گی ماشاءاللہ دونوں کی جوڑی۔"

"اس میں تو کوئی شک نہیں چاند سورج کی جوڑی لگے گی۔ شہزادوں جیسا میرا انفر تو پریوں کی طرح میری مریم۔" امی کو بھی پھوپھو کی تجویز جی جان سے بھاگئی۔

"ہاں تو اور کیا گھر کا لڑکا گھر کی لڑکی باہر جانے کی ضرورت بھی کیا ہے۔" دادا جان نے بھی اس فیصلے کے حق میں رائے دے دی تھی مگر ابھی ابو کی رائے لینا باقی تھی اور وہ بھی یقیناً" امی پھوپھو اور دادا کی رائے سے مختلف نہ ہوتی۔

☼ ☼ ☼

"آج ثابت ہو گیا مدحت بیگم! کہ آپ نے مریم کو کبھی دل سے اپنی بیٹی تسلیم کیا ہی نہیں۔" ابو نے تاسف سے امی کو دیکھا تھا۔ اس الزام پر امی ہکا بکا رہ گئیں۔

"کہاں انفر کہاں مریم دونوں کا کوئی جوڑ بھی ہے؟"

"کیوں کیا کمی ہے مریم میں۔ ماشاءاللہ خوبصورت ہے۔ پڑھی لکھی، سمجھدار اور سلجھی ہوئی۔" امی نے بھولپن سے کہا تھا۔

"اور آپ کے اپنے بیٹے میں سوائے خوبصورتی کے ان خاصیتوں میں سے کوئی ایک خاصیت بھی ہے؟" ابو کا لہجہ کٹیلا تھا۔

"مریم کے لیے رشتوں کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اسے ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ مل جائے گا۔ اگر پیار، محبت کی عینک اتار کر ایک طرف رکھیں تو خود سوچیں انفر میں کیا خوبی ہے، گزارے لائق تعلیم اس ڈگری کے ساتھ کوئی نوکری ڈھونڈنے نکلے گا تو چند ہزار کی نوکری ملے گی۔"

"اب ایسا بھی جاہل نہیں میرا انفر اور کون سا اس نے نوکری کرنی ہے، آپ کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹائے گا۔" امی برا مان گئی تھیں۔

"کاروبار میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ بندے میں اتنی لیاقت ہونی چاہیے کہ اپنے بل بوتے پر بھی چار پیسے کما سکے اور جہاں تک صاحبزادے کے موجودہ شوق کا تعلق ہے تو یہ بھی ہوائی روزی ہے۔ تم خود سوچو کسی ایسے شخص کے ساتھ اپنی بیٹی کا تعلق جوڑنا چاہو گی؟" ابو کی بات پر امی واقعی سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"انفر ابھی لاابالی ہے۔ غیر سنجیدہ ہے اور مریم ماشاءاللہ سمجھدار اور میچور ہے۔ کم از کم میں اس رشتے کے حق میں نہیں ہوں۔" ابو نے حتمی انداز میں کہتے ہوئے گویا بات ہی ختم کر دی۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ بھیا! اپنی بچی اپنی آنکھوں کے سامنے رہے [illegible] اور کیا ہو سکتا ہے۔" انیسہ پھوپھو کو ابو کے انکار کا پتا چلا تو دوڑی چلی آئیں۔

"انفر سے رشتہ جوڑنے میں آپ کو سو قباحتیں نظر آ رہی ہیں اور کسی انجانے لڑکے کے ہاتھ میں تھما دیں گے آپ مریم کا ہاتھ۔ کیا گارنٹی ہوگی اس لڑکے کے اخلاق و کردار کی۔ محض اچھی جاب؟ آج کل تو اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ایسی چھوٹی حرکتیں کر گزرتے ہیں کہ یقین نہیں آتا۔ اب میں آپ کو کیا بتاؤں؟"

اور انیسہ پھوپھو کے پاس ابو کو بتانے کے لیے بہت کچھ تھا۔ انہوں نے دور و نزدیک سے چھانٹ پھٹک کر ایسی مثالیں ابو کو بتائیں کہ ان کا دل لرز اٹھا۔

"میں نے تو سوچ رکھا ہے کہ ماہین کو اپنے علی کے لیے مانگ لوں گی اور مریم کو آپ لوگ اپنی بہو بنالیں گے۔ انجانے لوگوں سے رشتہ جوڑنے کا جھنجھٹ ہی کیوں پالیں۔"

انیسہ پھوپھو کی باتوں میں بہت وزن ہوتا تھا اور امی رشک سے اپنی نند کو دیکھ رہی تھیں۔ میاں

www.pkdigest.com

منانے کے لیے ایسے نکتے جانے ان کے ذہن میں کیوں نہ آئے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے، لیکن مریم سے اس کی رضامندی ضرور لے لو۔ وہ پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کی مرضی کے بغیر اس کی زندگی کا فیصلہ کیا جائے۔" وہ بالآخر مان ہی گئے۔

☼ ☼ ☼

"آپ لوگ یہ نہیں چاہتے کہ مریم کی رضامندی کے بغیر اس کی زندگی کا فیصلہ ہو اور امی میں کیا میری کوئی مرضی نہیں؟" وہ امی کے منہ سے ساری بات سن کر ہکا بکا رہ گیا تھا۔

"وہ اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہیے۔ وہ پڑھی لکھی اور میچور ہے اور میرے متعلق کیا رائے ہے آپ کی؟"

"انفر! اب تم میرا دماغ خراب نہ کرو۔ اللہ اللہ کر کے سب اس رشتے پر متفق ہوئے ہیں تو تم اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کھڑی کر رہے ہو۔ کیا کمی ہے مریم میں؟ وہ تو شکر کرو کہ گھر کی بچی ہے اس لیے رشتہ طے ہو رہا ہے ورنہ کہاں ملتی تمہیں اتنی گنوں والی بچی۔"

"بہر حال آپ لوگوں نے زندگی کے ہر معاملے میں مجھ پر اپنی مرضی ٹھونسی ہے مگر اب یہ پریکٹس مزید نہیں دہرائی جائے گی۔ یہ فیصلہ زندگی بھر کے ساتھ کا ہے اور یہ فیصلہ میں خود کروں گا۔" اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"مگر پی ٹی وی پہ آنے سے پہلے تم نے اپنے ابو سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ تمہارا مطالبہ مان لیں تو آئندہ تم ان کی مانو گے۔" امی کو بروقت یاد آیا۔

"یہ بھی بلیک میلنگ ہے۔" وہ عجب بے بس کر دینے والی صورت حال میں پھنس گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کیا کمی ہے مریم میں؟" امی کے بعد پھوپھو پھر ماہین اور اب اویس بھی یہی سوال پوچھ رہا تھا۔

"میں فی الحال اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا اویس!" اس نے رسانیت سے کہا۔ اویس تو چلا گیا مگر وہ خود سے بھی یہی سوال پوچھنے سے باز نہ رہ سکا۔

اور سچ تو یہ تھا کہ مریم میں کوئی کمی نہ تھی۔ اگرچہ آج تک اس نے مریم کے لیے کبھی اس انداز سے نہ سوچا تھا۔ مگر ذہن میں اپنے لیے جس قسم کی لڑکی کا خاکہ اس نے سوچ رکھا تھا۔ مریم اس پر پوری اترتی تھی۔ اسے لڑکیوں میں صرف ایک خوبی اٹریکٹ کرتی تھی اور وہ خوبی تھی کردار۔ اور مریم کے متعلق وہ آنکھیں بند کر کے کوئی بھی دعوا پورے یقین سے کر سکتا تھا۔ اس کی پوری زندگی انفر کے سامنے کھلی کتاب کی مانند تھی مگر سب گھر والوں کا رویہ اسے عجیب ضد میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ سب ایسا ظاہر کر رہے تھے جیسے مریم کو اس کے ساتھ منسوب کر کے وہ انفر محمود کی ذات پر کوئی بہت بڑا احسان کر رہے ہیں اور جیسے مریم نہ ہوتی کوئی ہفت اقلیم کی دولت ہوتی اور وہ اس کا فرسٹ کزن ہونے کی وجہ سے بیٹھے بٹھائے اس دولت کا حق دار بن رہا ہے۔ ورنہ مریم جیسی خوبصورت، تعلیم یافتہ اور سمجھ دار بچی کے لیے لڑکوں کی کوئی کمی نہیں۔ اپنی ذات کی یہ نفی اس کی برداشت سے باہر تھی۔

اگر مریم خوبصورت تھی تو یونیورسٹی لائف میں مریم سے زیادہ خوبصورت لڑکیاں اس کی جانب ملتفت تھیں۔ یہ اور بات کہ اس نے کبھی ایسی لڑکیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ وہ چاہتا تو اپنی پرسنالٹی کیش کروانے کے بہت سے موقع بھی ملے۔ مگر اپنے تمام تر لاابالی پن کے باوجود اس نے اپنی ذات کے وقار کو کبھی مجروح نہیں ہونے دیا تھا۔

"تم عام لڑکوں سے بہت مختلف ہو انفر! بے شک شکل سے تم لاپروا اور لاابالی سے لگتے ہو مگر اندر سے انتہائی شریف اور بزدل سے شخص ہو۔" یہ اس کی کلاس فیلو روما کے الفاظ تھے۔ ایک یونیورسٹی فنکشن میں وہ اس کی کو کمپیئر تھی۔ وہ یہ ریمارکس سن کر مسکرا دیا تھا۔

"دراصل روما بی بی! آپ نے ابھی میرے والد بزرگوار کو نہیں دیکھا۔ میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو ا

ہی شریف اور بزدل ہوتا۔"

"نہیں میں نہیں مانتی۔ اس یونیورسٹی میں ہزار لڑکوں کے والد بزرگوار تمہارے ابو سے زیادہ سخت ہوں گے مگر یہاں کون کسی کو آکر چیک کرتا ہے۔ تم واقعی سب سے مختلف ہو۔" روما اسے سب سے مختلف قرار دینے پر مصر تھی اور وہ اب یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ کہیں روما کے ان الفاظ کا مطلب کچھ اور تو نہیں نکلتا۔

"تف ہے یار تجھ پر! ایسے پریشان ہو رہا ہے جیسے سولہویں صدی کی کوئی دوشیزہ۔" یہ کمنٹس اویس نے اس وقت دیے جب انفر نے اس کے سامنے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"مجھے لگتا ہے وہ مجھ میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"تو آپ اس میں دلچسپی لے کر حساب برابر کر دیں۔" اویس نے دانت نکوستے ہوئے تجویز دی۔

وہ تجویز تو کیا مانتا الٹا روما سے دور بھاگنا شروع کر دیا۔ اور ایک روما ہی کیا فرحین، نائلہ اور پھر عروج، مختلف لڑکیوں نے مختلف طریقوں سے اس کے قریب آنے کی کوشش کی تھی۔ پھر جب حادثاتی طور پر پی ٹی وی پر آیا تو وہاں بھی صورت حال مختلف نہ تھی۔ یہاں بھی بہت سے لوگ ایسے ملے جن کے رویوں نے اسے باور کروایا تھا کہ اس میں کچھ خاص ہے جو اسے سب سے منفرد بناتا ہے مگر یہاں اپنے گھر میں منفرد ماننا تو در کنار سرے سے کچھ مانا ہی نہ جاتا تھا۔

"تو آپ کو مریم کا ساتھ قبول نہیں؟" ماہین بہت افسردگی سے پوچھ رہی تھی۔

گزشتہ چند دنوں میں سب ہی اس بات سے بہت ایکسائیٹڈ ہو گئے تھے۔ دادا خوش تھے کہ لاڈلی پوتی آنکھوں کے سامنے رہے گی۔ ابو مطمئن کہ بیٹیوں جیسی بھتیجی ہی بہو بنے گی اور امی کو تو مریم ویسے ہی بہت عزیز تھی۔ سو ان کی خوشیوں کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ماہین ڈائجسٹ پڑھ پڑھ کر اس خدشے کا شکار تھی کہ کوئی تیز سی بھابھی آکر بھائی نہ چھین لے۔ اب مریم کو بھابھی کے روپ میں سوچا تو ذہن سے ہر اندیشہ ہر خدشہ زائل ہو گیا۔

اتنے ڈھیر سارے لوگوں کی خوشیاں ایک طرف مگر ذہن میں ایک سوال اور بھی اٹھا تھا۔ مریم۔۔۔ ہاں وہ بھی تو اس سارے قصے کی فریق تھی وہ کیا چاہتی ہے؟ اگر اس کی جانب سے بھی پسندیدگی کے جذبات پائے جاتے تو پھر اس پروپوزل پر سوچا جا سکتا تھا اور یہ کام ماہین سے بہتر اور کون سر انجام دے سکتا تھا۔

"مریم کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے بھائی!" رات کے کھانے کے بعد ماہین شاداں و فرحاں چلی آئی۔

"اچھا۔" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ امڈ آئی۔ شاید خوشی ہوئی تھی اس خبر سے۔

"وجہ نہیں پوچھی تم نے اس سے؟" اگرچہ وجہ سے وہ بخوبی آگاہ تھا۔ انفر محمود کو نظر انداز کرنا آسان تو نہیں تھا۔ وہ مسرور ہوا۔

"میری طرح اسے بھی سسرال کے نام سے بہت خوف آتا ہے انفر بھائی! اور آپ سے شادی کی صورت میں تو مزے ہی مزے۔ وہ کہتی ہے کہ تائی اماں تو بالکل میری ماں جیسی ہیں اور تایا ابو وہ تو مجھے اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے ہیں۔ وہی گھر وہی رشتے اور پھر کسی اور جگہ شادی کی صورت میں کوکنگ بھی تو سیکھنی پڑے گی اور مریم سے تو آج تک روٹی بھی گول نہیں بنی۔ بعض سسرالوں میں تو اس بات پر بھی کڑا اعتراض ہوتا ہے۔"

ماہین کے پاس مریم کی رضامندی کی بہت ساری وجوہات تھیں لیکن "انفر محمود" ان وجوہات میں کہیں بھی نہیں تھا۔

اب رشتے کے لیے راضی ہونا کم از کم اس کے لیے ممکن نہ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

لیکن اتنے ڈھیر سارے لوگوں کی ناراضی سہنا بھی تو اس کے لیے ممکن نہ تھا۔

"چلو ماہین! تمہیں کالج چھوڑ آؤں۔" صبح اپنی نیند

کی قربانی دیتے ہوئے وہ اٹھا تھا۔

"شکریہ بھائی! میں اور مریم اب رکشے پر جاتے ہیں۔" اس نے رکھائی سے آفر ٹھکرا دی۔

"بہت دن ہو گئے امی! آپ کے ہاتھ کا گاجر کا حلوہ نہیں کھایا۔" بہت لاڈ سے امی سے فرمائش کی گئی۔ اس خدشے کے باوجود کہ امی ہمیشہ کی طرح ابھی گاجریں لینے کے لیے بازار دوڑا دیں گی۔

"تمہارے دادا جان کا بلڈ پریشر کافی بڑھ رہا ہے۔" امی سرد مہری سے بتا کر چلی گئیں۔ اور وہ گاجر کے حلوے اور دادا کے بلڈ پریشر کا تعلق جوڑتا ہی رہ گیا۔ میٹھا کھانے سے شوگر میں اضافہ تو سنا تھا مگر یہاں بلڈ پریشر بڑھتے جا رہا تھا۔

"میں سوچ رہا ہوں ابو! کہ کل سے آپ کا آفس جوائن کر لوں۔" کھانے کی میز پر ڈرتے ڈرتے ابو کو مخاطب کیا۔

"میرے آفس میں آج کل سالانہ مرمت ہو رہی ہے۔"

ابو کے جواب سے اس کے پسینے چھوٹ گئے حالانکہ جانتا تھا کہ مرمت سے مراد آفس کی مینٹیننس ہے۔

"دادا جان! میں نے آپ کے لیے ڈاکٹر شبیر سے اپائنمنٹ لیا ہے۔ چلیے گا اپنا تفصیلی چیک اپ کروانے۔"

"ڈاکٹر شبیر سے اپائنمنٹ لینے کے بجائے ملک الموت سے اپائنمنٹ کیوں نہیں لے لیتے۔ اولاد کی خود سری دیکھنے سے تو بہتر ہے کہ بندہ مر ہی جائے۔ اچھا بھلا پچھلے سال ٹائفائیڈ بخار بگڑ گیا تھا۔ جانے اللہ نے کیوں۔۔۔"

☼ ☼ ☼

صرف ایک ہفتے کے سوشل بائیکاٹ نے اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور سب کو شاید پہلے سے ہی علم تھا کہ وہ مان جائے گا۔ جب ہی امی نے اس کے منہ سے ہاں سنتے ہی وفور جذبات میں اسے وہ شاپنگ دکھانا شروع کر دی جو وہ چپکے چپکے کئی دنوں سے کر رہی تھیں۔

"یہ جوڑا کتنا خوبصورت ہے نا۔ فنکشن پر مریم بھی پہنے گی۔ تمہیں پسند ہے بیٹے؟"

اتنا ہیوی سوٹ، سادہ سا منگنی کا فنکشن ہی تو ہو گا بلکہ میرے خیال میں تو اس کی بھی ضرورت نہیں۔ میں نے ہتھیار ڈال تو دیے ہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔

"منگنی نہیں بیٹے! نکاح، تمہارے ابو کہہ رہے ہیں کہ کچا کام کیوں کریں۔ تھوڑا سا خرچا ہی زیادہ آئے گا نکاح ہی کر لیتے ہیں۔" امی اپنی فطری سادگی سے بتا رہی تھیں۔

"اتنی بے اعتباری، گویا میرے اقرار پر آپ کو یقین ہی نہیں۔"

اس بار صدمہ واقعی شدید تھا۔ اور پھر نکاح کے دن تک اس کا دل یہی چاہتا رہا کہ ابو کے خدشات کو درست ثابت کر دے۔ مگر پھر فطری بزدلی آڑے آ گئی یا ازلی شرافت اور پھر وہی ہوا جو سب نے چاہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ماہین! یار ایک کپ اسٹرانگ سی چائے بنا دو۔ سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔"

وہ دوپٹے کی جھلک دیکھ کر کچن میں آیا تھا مگر وہاں ماہین کے بجائے مریم کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹک کر رک گیا۔ بہت دنوں سے دونوں کے بیچ ایک ان دیکھی دیوار حائل تھی۔ اب نہ تو مریم پہلے والی بے تکلفی سے مخاطب کرتی تھی اور اس نے تو نکاح کے بعد ویسے ہی بات کرنا ترک کر دیا تھا۔

"میں نے اپنے لیے بنائی تھی تم لے لو۔" مریم نے سنجیدگی سے کپ اس کی جانب بڑھایا اور کچن سے باہر چلی گئی۔

وہ چپ چاپ اسے جاتے دیکھتا رہا۔

☼ ☼ ☼

مریم کی بیسٹ فرینڈ کی شادی تھی۔ آج مہندی کا فنکشن تھا۔ ماہین بھی مریم کے ساتھ انوائیٹڈ تھی

اور مریم سے زیادہ زور و شور سے تیاریوں میں مصروف تھی۔

"ساری تیاری مکمل ہے بس اب ابو اجازت دے دیں تو بات بن جائے۔" ماہین پُر امید تھی کہ ابو اجازت دے دیں گے کہ امی ان سے ایک بار بات کر چکی تھیں۔

"رات کا فنکشن ہے اور انجانے لوگ۔ اگر تم ساتھ جاؤ تو ٹھیک ہے۔ بچیوں کو اکیلا نہیں بھیجوں گا میں۔"

"لیں میں کیسے جا سکتی ہوں۔ میرے تو گھٹنوں میں شدید درد ہے۔ دو تین گھنٹے بیٹھنا پڑے گا کیسے بیٹھوں گی میں۔"

"بس پھر کوئی ضرورت نہیں ہے بھیجنے کی۔" انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

مگر یہ کل کی بات تھی اور ابو پہلی بار میں تو کوئی بات مانتے ہی کب تھے اسی لیے آج امی ایک اور کوشش کرنے جا رہی تھیں۔

"بس تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ مان جائیں گے تمہارے ابو۔" انہوں نے مریم اور ماہین کو دلاسہ دیا۔

"رہنے دیں تائی اماں! نہیں جائیں گے تو کیا فرق پڑے گا۔" مریم نے انہیں روکا تھا۔ قریب ہی انصر بیٹھا بظاہر خاموشی سے میچ دیکھ رہا تھا مگر سارا معاملہ اس کے علم میں آ چکا تھا۔

"کیا ضرورت تھی ماہین اتنے اصرار کی۔ تایا ابو نے کچھ سوچ کر ہی منع کیا ہو گا۔" امی کے اٹھتے ہی مریم نے اسے دوبارہ گھر کا تھا۔

"کیوں، تمہاری بیسٹ فرینڈ کی شادی ہے کوئی ایری غیری نتھو خیری کی تو نہیں اور ابو کو تو پوری دنیا میں اپنے علاوہ کوئی قابل اعتبار دکھائی ہی نہیں دیتا۔"

ماہین کے کہنے پر انصر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ باپ کے لیے دونوں بہن بھائیوں کی سوچوں میں کس قدر مماثلت تھی۔

"بہت خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ ماہین! جنہیں کوئی ٹوکنے والا منع کرنے والا موجود ہو۔ جوان کے لیے اچھا برا سوچ سکے ان کی فکر کر سکے۔ خدا کا شکر ادا کیا کرو۔" اگرچہ وہ بہت دھیمے لہجے میں ماہین سے مخاطب تھی انصر کے تیز کانوں نے جملہ کیچ کر لیا۔

"انصر بیٹے! بہنوں کو چھوڑ آؤ گے؟" اسی لمحے امی خوش خوش اندر آئی تھیں گویا اجازت دلوانے کا معرکہ سر کر لیا تھا۔

"کون سی بہنوں کو امی؟" ماہین کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اُفوہ! ایک تو تم میرے الفاظ پکڑ لیا کرو۔ صرف دو گھنٹے کی اجازت ملی ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ انصر ہی چھوڑ کر آئے گا اور وہی لے کر آئے گا۔ اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں اباجی کے لیے کھچڑی بنانے جا رہی ہوں۔" امی کہہ کر چلی گئیں۔

"اف اللہ! ابھی تو میں نے بالوں کو شیمپو بھی کرنا ہے۔" ماہین بھی اٹھ کر بھاگی تھی۔ اس کے اٹھتے ہی مریم نے بھی باہر کا رخ کرنا چاہا۔

"سنو!" انصر نے جانے کیوں اسے پکار لیا۔

"جی؟" وہ حیرت زدہ ہو کر پیچھے مڑی۔ اس تمیز بھرے "جی" کو انصر نے خاصا انجوائے کیا۔

"ابو سے تو اجازت لے لی اور میری اجازت، کیا اس کی کوئی ضرورت نہیں؟"

"تو کیا تم اجازت۔۔۔"

"تم نہیں، آپ۔" اس نے مریم کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی گویا تصحیح کی۔

وہ کچھ لمحے سنجیدگی سے اسے تکتی رہی پھر بنا کچھ کہے پلٹ گئی۔ انصر نے بہت حیران ہو کر اس کے رویے کا مشاہدہ کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مجھے انصر محمود سے بات کرنی ہے۔" ٹیلی فون کا ریسیور اٹھاتے ہی ایک مترنم آواز کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"وہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔" مریم نے نام اور کام پوچھے بغیر ٹالا تھا۔ اس قسم کے رانگ نمبر آج کل

www.pkdigest.com

بہت آنے لگے تھے۔

"دیکھیں جھوٹ نہ بولیں۔ پلیز میری ان سے بات کرادیں۔ میں نے صبح بھی فون کیا تھا تو آپ نے یہی جواب دے کر فون بند کردیا تھا۔" وہ اگرچہ پہلی بار یہ آواز سن رہی تھی لیکن ہو سکتا تھا کہ صبح فون ماہین نے اٹینڈ کیا ہو۔

"میں نے آپ سے کہا ہے نا کہ انصر گھر پہ نہیں ہیں۔ آپ اپنا نام اور پیغام بتادیں۔ وہ آئیں گے تو آپ کا میسج مل جائے گا انہیں۔"

"آپ کو کیسے بتاؤں کہ کام تو مجھے انصر سے ہی ہے۔ اسی کے پاس میرے درد کا علاج ہے۔" دوسری طرف سے ٹھنڈی آہ بھری گئی۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ کسی ڈاکٹر انصر کا نمبر نہیں۔"

لڑکی کے ذو معنی انداز پر اسے غصہ آگیا تھا۔ آواز بھی ذرا تیز ہوگئی تھی۔ اپنے کمرے سے باہر نکلتے انصر نے یہ ساری یکطرفہ گفتگو سنی تھی۔ مریم کا غصے میں آنا اسے اچھا لگا تھا۔

۞ ۞ ۞

وہ بہت دنوں سے دیکھ رہا تھا کہ مریم بہت چپ چپ سی رہنے لگی ہے۔ ایسی سنجیدگی جو کبھی بھی اس کی شخصیت کا حصہ نہیں رہی تھی۔ وہ بہت ہنس مکھ لڑکی تھی مگر اب اس کی ہنسی سنے ایک مدت ہوگئی تھی۔ وہ کئی دنوں سے لاشعوری طور پر اس کے متعلق سوچ رہا تھا اور جب لاشعور کی یہ چوری شعور کی گرفت میں آئی تو وہ واقعی حیران رہ گیا۔

"تو پھر کیا ہوا منکوحہ ہے وہ میری۔ جائز شرعی اور قانونی رشتہ ہے۔ اسے دیکھنے کا اسے سوچنے کا پورا حق رکھتا ہوں میں۔ جب یہ تعلق نہیں جڑا تھا تب بھی ٹیڑھی نگاہ تک نہیں ڈالی تھی۔" اس نے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"اچھا، مگر کچھ دن پہلے تو بہت اینٹھے ہوئے تھے آپ۔" اندر سے آواز آئی۔

"ہاں، وہ بھی میرا فطری ردعمل تھا۔" وہ اپنی بدلتی ہوئی کیفیات کا خود ہی مزہ لے رہا تھا۔

گھر والوں سے ناراضی اور خفگی آہستہ آہستہ دم توڑ گئی تھی۔ ابو کا آفس جوائن کرلیا تھا سو وہ بھی آج کل اس سے خاصے خوش تھے۔ وقت گزرا تو گھر والوں کے لیے خصوصاً" ابو کے لیے دل میں موجود ناراضی کم ہونے لگی۔ جانتا تھا کہ وہ اس سے کتنا پیار کرتے ہیں مگر شاید اس ڈر سے کہ اکلوتا بیٹا لاڈ پیار میں بگڑ نہ جائے انہوں نے اس پیار کے اظہار میں ہمیشہ کنجوسی سے کام لیا تھا۔

ابو سے ایک شکوہ اور بھی تھا کہ انہوں نے زندگی کے ہر معاملے میں اس پر اپنی مرضی ٹھونسی۔ مگر یہ شکایت بھی شدید غصے کے وقت ہی منہ سے نکلتی تھی۔ غصہ اترنے کے بعد جب دماغ ٹھنڈا ہوتا تو وہ خود تسلیم کرلیتا کہ اس کی ذات کے لیے کیے گئے ابو کے فیصلے ہمیشہ بہترین ثابت ہوتے ہیں۔ اور اب زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ جو اس کے ماں باپ نے اس کے لیے کیا تھا، اسے قبول کرنے کے بعد یقیناً" آئندہ زندگی سہل گزرنا تھی۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ جہاں اس کا دماغ ٹھکانے پر آگیا تھا وہیں مریم کے رویے نے الجھن میں ڈال دیا۔ وہ بہت چپ چپ رہنے لگی تھی۔ گھر میں اور کسی نے یہ تبدیلی نوٹ نہیں کی وہ سب اس کی سنجیدگی کو امتحانوں کی ٹینشن پر محمول کررہے تھے۔

"ساری ساری رات جاگ کر پڑھتی رہتی ہے۔ کتنا سامنے نکل آیا ہے اور کھاتی پیتی خاک نہیں۔" اس روز جب وہ رات کا کھانا برائے نام ہی کھا کر اٹھ رہی تھی جب امی نے خفگی سے ٹوکا۔

"اچھی بھلی تو ہوں تائی اماں!" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

انصر نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ واقعی بہت کمزور ہو رہی تھی۔ چند دنوں کے اندر اندر پھیکی رنگت کملاسی گئی تھی۔ اس رشتے کے جڑنے سے پہلے گھر کے دوسرے افراد کی طرح وہ بھی اسے کچھ کم عزیز نہیں تھی اور اب تو تعلق ہی اور تھا۔

"کیا پریشانی ہے اسے؟" وہ بے چین ہوگیا۔

۞ ۞ ۞

اس روز رات کو ریکارڈنگ سے گھر واپس آیا تو گھر میں بہت خاموشی تھی۔

"کیا ہوا سب لوگ کہاں ہیں؟" اس نے امی سے پوچھا۔ جو عشاء کی نماز کے لیے وضو کررہی تھیں۔

"ماہین نے اپنی دوست سے نوٹس لینے تھے۔ تمہارے ابو کے ساتھ گئی ہے اور اباجی ڈاکٹر واسطی کی طرف گئے ہیں۔"

"اور مریم؟" وہ پوچھنا چاہ رہا تھا مگر جھجک سی آڑے آگئی سو چپ چاپ اپنے کمرے کا رخ کیا۔

"انصر!" اچانک امی نے پکارا تھا۔

"جی۔" وہ مڑا۔

"بیٹا! تھکن تو بہت ہو رہی ہوگی۔ ہے نا۔" وہ جیسے اسے کوئی کام کہتے کہتے رکی تھیں۔

"کیا ہے امی! کچھ لانا ہے بازار سے؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"ارے نہیں" بازار سے کیا منگواؤں گی۔ مجھے تو مریم کا خیال آرہا ہے۔ بچی بے چاری پھنس گئی ہوگی۔ ایک گھنٹہ ہوگیا ہے گئے ہوئے۔ اباجی کو تو وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ گپیں لگانے میں مشغول ہوں گے ڈاکٹر واسطی کے ساتھ۔"

"مریم گئی ہے ڈاکٹر واسطی کے پاس۔ کیوں کیا ہوا اسے؟" وہ فکرمند ہوا۔

"یہی تو پتہ نہیں چل رہا کہ ہوا کیا ہے اسے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اتنی کمزور ہوگئی ہے۔ ماہین بتارہی تھی کہ کالج میں بھی بہت نقاہت ہو رہی تھی اسے۔ اب بغیر ناشتہ کیے کالج جائے گی تو چکر تو آئیں گے۔ اباجی لے کر گئے ہیں ڈاکٹر واسطی کے کوئی طاقت کا انجکشن لگائیں گے یا بھوک کے لیے کوئی ٹانک لکھ دیں گے۔ میں نے تو اباجی سے کہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب سے کہہ کر...!"

"تو میرے لیے کیا حکم ہے؟" اس نے مسکرا کر ان کی بات کاٹی۔

"حکم کیا دوں گی میرے بچے! کلینک سے مریم کو لے کر آجاؤ۔ بے چاری کا ٹیسٹ بھی ہے کل وہ تو جانا ہی نہیں چاہ رہی تھی مگر میں نے زبردستی بھیج دیا۔"

"اچھا لے آتا ہوں۔" اس نے تابعداری دکھائی اور سچ تو یہ تھا کہ وہ واقعی مریم سے بات کرنے کے لیے کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ ڈاکٹر واسطی کا کلینک گھر کے قریب ہی تھا۔ مریم نے چیک اپ کروالیا تھا اور توقع کے عین مطابق دادا جان اور ڈاکٹر واسطی اخبار میز پر پھیلائے چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے کسی لاینحل مسئلے کو سلجھانے میں مصروف تھے مریم چپ چاپ بیٹھی تھی۔

"چلو میں تمہیں لینے آیا ہوں۔" ڈاکٹر واسطی سے سلام دعا کے بعد اس نے مریم کو مخاطب کیا۔

"میں بھی چل رہا ہوں۔" دادا نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کپ میز پر رکھ دیا۔

"ارے واہ۔ ایسے ہی چل رہے ہو۔ مریم بیٹی چلی جائے گی انصر کے ساتھ۔ ابھی چائے کا ایک دور اور چلے گا اور میں نے تمہارا بلڈ پریشر بھی چیک کرنا ہے۔"

"بلاوجہ بھڑک اٹھتے ہو۔" ڈاکٹر واسطی نے انہیں جلدی سے روکا۔ انصر نے مشکور نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔

"ایسے ہی بھڑک اٹھتا ہوں۔ تمہاری منطق ہی الٹی ہوتی ہے۔" جانے کس بات پر دونوں فارغ بوڑھے الجھ رہے تھے۔ مریم اور انصر دونوں کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی۔

"اچھا بیٹے! دوا باقاعدگی سے کھانا اور ڈائٹ کا بھرپور خیال رکھنا۔" ڈاکٹر واسطی نے شفقت سے مریم کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اور برخوردار تمہارے نکاح کے لڈو ابھی تک نہیں پہنچے میرے پاس۔ دو تین دن میں مٹھائی کھانے میں خود گھر آؤں گا۔" اس بار انصر سے بے تکلفی سے کہا گیا۔

"جی ضرور۔" وہ شائستگی سے مسکرادیا۔ مریم اس

www.pkdigest.com

ذکر پر خفیف سی ہو گئی تھی۔

"چلو۔" اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔

مریم بھی چپ چاپ پیچھے ہولی۔

"کس چیز کی ٹینشن لے رہی ہو تم؟" مین روڈ پر آتے ہی انصر نے خاموشی کو توڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کسی چیز کی نہیں۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"کوئی مسئلہ ہے تو ضرور۔ میں کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت چپ چپ اور کھوئی کھوئی سی رہنے لگی ہو۔ اگر کوئی پرابلم ہے تو شیئر کرو مریم! شاید ہم ایک دوسرے کے دوست بھی ہیں۔" اس کا انداز بہت دوستانہ تھا مگر مریم چپ رہی۔

"مجھے شک ہو سکتا تھا کہ کہیں تمہارے ڈپریشن اور ٹینشن کی وجہ ہمارے درمیان قائم ہونے والا تعلق تو نہیں مگر باوثوق ذرائع کے مطابق تم اس رشتے پر راضی تھیں۔ چاہے اس لیے ہی سہی کہ تم سے روٹیاں گول نہیں بنتیں۔ ایم آئی رائٹ؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ مگر وہ سپاٹ چہرہ لیے چل رہی تھی۔

"بہرحال تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں بہت شریف سا بندہ ہوں گول، چوکور، مستطیل جیسی بھی روٹیاں پکاؤ گی کھاؤں گا۔" اس کا انداز اس بار بھی شرارتی تھا۔

"یار! کہیں تمہاری پریشانی کی وجہ وہ لڑکیاں تو نہیں جو آج کل ٹیلی فون پر میرے متعلق پوچھ پوچھ کر تم لوگوں کو زچ کر دیتی ہیں۔ میری طرف سے اجازت ہے ڈانٹ کر جھڑک کر جیسے مرضی سہی انہیں فون کرنے سے منع کر دیا کرو۔ آخر اب اس کا حق ہے تمہارے پاس میں تو......"

"پلیز انصر! میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

اس نے رکھائی سے اس کی بات کاٹ دی تو وہ واقعی خاموش ہو گیا۔ باقی سارا راستہ وہ لب بھینچے چلتا رہا اور مریم سارا وقت آنسو روکنے کی کوشش کرتی رہی۔

☆ ☆ ☆

"مجھے لگتا ہے پھوپھا جان کی طرح مجھے بھی شوگر ہو گئی ہے۔" رات کا جانے کون سا پہر تھا جب شدید بھوک کے احساس سے آنکھ کھلی۔ کچن میں جانے کے لیے لاؤنج میں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا اور لاؤنج میں داخل ہونے کے ساتھ ہی مریم کی سسکیوں نے قدم روک لیے۔ بنا آہٹ کیے وہ مزید آگے بڑھا۔ لاؤنج میں زیرو پاور کے بلب کی مدھم سی روشنی میں وہ صوفے پر بیٹھی مریم کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ شاید کسی سے ٹیلی فون پر بات کرتے ہوئے رو رہی تھی۔

"زندگی میں کبھی کسی موقع پر آپ کو میرا خیال نہیں آیا مما! آپ بہت بھرپور زندگی گزار رہی ہیں آپ کو آپ کی زندگی مبارک۔ مگر سچ بتائیں کہ آپ کی زندگی کا کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جب آپ نے میری کمی محسوس کی ہو!"

وہ رو رہی تھی دوسری طرف سے جانے کیا کہا گیا کہ رونے کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔

"سب بہت پیار کرتے ہیں مما شاید آپ بھی مجھ سے اتنا پیار نہ کر سکتی تھیں مگر پھر بھی بہت سارے پیار کرنے والوں کے درمیان بھی آپ تنہا ہوتے ہیں۔ آپ کو ایسا کندھا چاہیے ہوتا ہے جس سے لگ کر آپ اپنی ہر پریشانی ہر دکھ شیئر کر سکیں۔ کسی کے گلے لگ کر بہت سارے آنسو بہانے کو دل کرتا ہے۔ آپ کو اندازہ ہے کہ میں کتنی......"

وہ جانے کیا کہہ رہی تھی کہ انصر نے آگے بڑھ کر ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ اس کی آمد سے قطعی لاعلم تھی یکدم مڑ گئی۔

"السلام علیکم چچی جان!" یکطرفہ بات چیت سے انصر کو مخاطب کا علم ہو چکا تھا سو تمیز سے سلام کیا۔

"یہ بے وقوف لڑکی آپ کو پریشان کر رہی تھی۔" اس نے ایک نظر مریم پر ڈالتے ہوئے کہا۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سوج رہی تھیں اور چھوٹی سی ناک گلابی ہو رہی تھی۔

"ارے نہیں چچی جان! فکر کی کوئی بات نہیں۔ بس پیپرز نزدیک ہیں اسی لیے ٹینشن لے رہی ہے۔" اس نے انہیں تسلی دی تھی۔ مریم نے خاموشی سے

اٹھ کر باہر جانا چاہا تھا مگر اس کے اٹھنے کے ساتھ ہی انصر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ ساتھ بٹھا لیا تھا۔

"میں بہت مجبور ہوں بیٹا! زندگی میں سب کچھ ہے لیکن اپنی اولاد کی دوری کبھی کبھی ناقابل برداشت دکھ میں مبتلا کر دیتی ہے۔" دوسری طرف مرین بھی رو رہی تھیں۔

"میں مشکور ہوں تمہارے دادا جان کی، تمہارے والدین کی انہوں نے واقعی میری مریم کو مجھ سے بڑھ کر چاہا ہے اور اب تمہارے ساتھ اس کا رشتہ جوڑ کر تو انہوں نے ہمیشہ کے لیے مجھے اپنا احسان مند بنا لیا ہے۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھیں جب کہ مریم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنی گرفت مزید مضبوط کر لی۔

"ٹھیک ہے چچی جان! ہم انتظار کریں گے آپ کا۔ نکاح پر تو آپ کا آنا ممکن نہ ہو سکا مگر رخصتی پہ آپ کو ہر حال میں آنا ہوگا۔"

"جی جی ٹھیک ہے ہاں میں مریم کو بھی سمجھاتا ہوں۔ ہر دفعہ یہ پیپرز کی ٹینشن اسی طرح لیتی ہے۔ آپ فکر نہ کیجیے گا۔" دو تین منٹ تک انہیں تسلی دلاسا دینے کے بعد اس نے فون رکھ دیا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ۔" خود سے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش میں ناکامی کے بعد وہ خفگی سے بولی۔

"چھوڑنے کے لیے تو نہیں پکڑا۔" وہ مسکرایا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے انصر!" وہ بے چارگی سے بولی۔

"جب تک تم مجھے اپنا مسئلہ نہیں بتاؤ گی۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ جھنجلائی۔

"رات ڈھائی بجے تمہیں چچی جان سے گلے مل کر رونے کی خواہش بیدار ہو رہی ہے۔ اپنا دکھ سکھ کہنے کے لیے ان کا کندھا درکار ہے۔ ہزاروں میل دور بیٹھی چچی کو تم تنگ کر رہی ہو حالانکہ تمہاری یہ خواہش میں بھی پوری کر سکتا ہوں۔ میرا کندھا حاضر ہے۔ جتنے

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

☆ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے۔
☆ نئے بال اگاتا ہے۔
☆ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
☆ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے یکساں مفید۔
☆ ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سوہنی ہیئر آئل قیمت=/70 روپے

12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/70 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوا لیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

1 بوتل کے لیے .... =/90 روپے
2 بوتلوں کے لیے .... =/160 روپے
3 بوتلوں کے لیے .... =/240 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لیے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37 اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر 2735021

چاہو آنسو بہالو۔“ اس نے مسکراتے ہوئے پیشکش کی۔

”تم کتنے بڑے ایکٹر ہو انفر! تم ڈراموں میں کام کیوں نہیں کر لیتے۔“ اس بار مریم کی برداشت کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا تب ہی پھٹ پڑی تھی۔

”ہاں آفرز تو بہت ہیں۔ غور کر رہا ہوں آج کل۔“ وہ اب بھی سنجیدہ نہ تھا۔ مریم کے آنسو دوبارہ گال بھگونے لگے۔

”تمہاری آنکھ سے ایک آنسو بھی اور نکلا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔“ اس بار سنجیدگی سے تنبیہہ کی گئی۔

”مجھے بتاؤ تو سہی مسئلہ کیا ہے یار! اپنی ہر پریشانی ہر خدشہ بلا جھجک مجھ سے شیئر کر ڈالو۔“ اس کا انداز دوستانہ تھا۔ مگر ایک بار زبان کھولنے کے بعد وہ اب بالکل خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔

”جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے شاید تم میری طرف سے ان سیکیور فیل کر رہی ہو۔ امی ابو کی طرح تمہیں بھی لگتا ہو گا کہ میں جس فیلڈ میں ہوں وہ بہت خطرناک ہے۔ قدم قدم پر ایمان ڈگمگانے کا اندیشہ ہوتا ہے مگر یاد رکھو پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہیں مجھ پر اعتبار ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ تم جیسی خوبصورت بیوی کے ہوتے ہوئے میں کہیں اور نگاہ ڈالنے کے قابل ہی نہیں رہا۔ تیسری اور سب سے اہم بات یہ کہ میرا کانٹریکٹ ختم ہونے والا ہے اور میں نیا کانٹریکٹ سائن نہیں کر رہا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ فیلڈ میرے بھی مزاج کے مطابق نہیں۔ باوجود پیسے اور شہرت کے میں یہاں ایڈجسٹ نہیں کر پایا۔ اب سیدھے طریقے سے صرف ابو کے آفس جایا کروں گا۔“

وہ اپنی سوچ کے مطابق اسے تسلی دے رہا تھا کہ اتنے دن تک دماغ کھپانے کے بعد صرف یہی ایک وجہ سمجھ میں آئی تھی۔

”انفر! تم اتنے اچھے کیوں بن رہے ہو؟ ایک کمپرومائز کو اتنے خلوص سے کیوں نبھا رہے ہو؟ ایک ان چاہے رشتے کو نبھانے کے لیے خود کو کیوں ہلکان کر رہے ہو؟“ وہ آخر بے بس ہو کر بول پڑی تھی۔

”کیسا کمپرومائز اور کون نبھا رہا ہے؟“ سچ مچ کچھ نہ سمجھ پایا تھا۔

”میں اس بندھن کی بات کر رہی ہوں جو ہم دونوں کے بیچ جڑا ہے۔“ وہ تلخ ہوئی۔

”تو پھر؟“ وہ اب بھی سمجھ نہ پایا۔

”یوں پوز مت کرو۔ میں نے خود تمہاری اور اویس کی باتیں سنی تھیں۔ تم بہت بزدل ہو انفر! اور میں بہت بے وقوف۔ نکاح سے پہلے میں جان ہی نہ پائی کہ تم اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہو۔ سب گھر والوں نے تمہارا ری ایکشن مجھ سے چھپایا۔ اور میں اپنی پڑھائی میں ایسی مگن کہ کسی بات کی طرف توجہ ہی نہیں گئی۔ اگر اس روز تمہاری باتیں نہ سن لیتی تو اس خوش فہمی میں مبتلا رہتی کہ تم اس نکاح پر راضی تھے۔ تم نے بہت برا کیا انفر! میں تو تمہاری دوست بھی تھی۔ اگر تمہاری بزدلی تمہیں انکار نہیں کرنے دے رہی تھی تو مجھ سے کہا ہوتا میں کر دیتی دادا جان کو انکار۔“ وہ روتے ہوئے شکوہ کر رہی تھی اور ادھوری کہانی چند لمحوں میں ہی مکمل ہو گئی۔

”تو یہ بات تھی۔“ اس نے ایک لمبی سی ٹھنڈی سانس بھری۔

”میری بے وقوف زوجہ محترمہ! پتا نہیں سب لوگ تمہیں اتنا عقل مند کیوں سمجھتے ہیں؟“ وہ مسکرایا۔

”پلیز انفر! نو کمپرومائز نو ڈرامہ میں ساری زندگی اس احساس کے ساتھ بسر نہیں کر سکتی کہ بغیر چاہت کے زبردستی تمہاری زندگی کا حصہ بنائی گئی ہوں۔ اور ابھی بھی وقت نہیں گزرا۔ میں دادا جان سے خود بات کروں گی۔ ہمارے راستے خوش اسلوبی سے ابھی بھی جدا ہو سکتے ہیں۔ میں اس بات کا...“

”اسٹاپ اٹ مریم!“ اس کی برداشت کی اب حد ہو چکی تھی۔ وہ ایک دم بالکل خاموش ہو گئی۔

”مجھے واقعی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تمہاری غلط فہمیوں کا کیسے ازالہ کروں؟“

”مجھے کوئی غلط فہمی نہیں، میں نے خود تمہاری باتیں سنی تھیں۔“

”اچھا بابا سن لی تھیں باتیں۔ مگر اب خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ اور مجھے بھی کچھ بولنے کا موقع دو۔“ وہ زچ ہوا۔

”میں مانتا ہوں کہ میں نکاح کے لیے راضی نہیں تھا۔“ اس نے تسلیم کیا۔ مریم نے حیرانی سے اسے دیکھا جیسے اتنی جلدی تسلیم کرنے پر یقین نہ آیا ہو۔

”مجھے اپنے گھر والوں کی بے اعتباری پر غصہ تھا۔ میری ساری زندگی ان کے سامنے کھلی کتاب کی مانند تھی پھر بھی وہ یہ سوچ رہے تھے کہ شوبز کی چکاچوند میں میرے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ صرف اس لیے وہ میرے پاؤں میں نکاح کی زنجیر ڈالنا چاہ رہے تھے۔ ہاں مجھے غصہ تھا اس بات پر اور پھر سب کا وہ رویہ امی ابو، دادا، پھوپھو، سب مجھے یہ باور کروا رہے تھے کہ میں تمہارے قابل نہیں اور میری خوش قسمتی کہ مجھے تم جیسی لڑکی کا ساتھ مل رہا ہے۔ تم خوبصورت ہو، بہت زیادہ ذہین، سمجھ دار، تعلیم یافتہ اور مجھ میں سرے سے کوئی خوبی ہی نہیں۔ اپنی ذات کی یہ نفی مجھ سے برداشت نہ ہو سکی اور پھر میں نے ماہین کے ذریعے تمہاری مرضی معلوم کروائی اگر ایک بار مجھے یہ پتہ چل جاتا کہ تم میری وجہ سے اس رشتے پر راضی ہو تو میرا ہر شکوہ دم توڑ دیتا مگر تمہیں بھی انفر محمود سے کوئی سروکار نہ تھا۔ میری جگہ کوئی بھی ایکس وائی زیڈ ہوتا تو تمہیں قبول تھا۔ بس تمہیں خوف ناک قسم کی ساسوں اور وہمی سسرال سے ڈر لگتا تھا۔ کمپرومائز تو تمہاری طرف سے سامنے آیا تھا مریم! تم مجھے مورد الزام کیوں ٹھہرا رہی ہو؟“

”جو سچ تھا وہ میں نے ماہین سے کہا۔ میں کیوں جھوٹ بولتی۔ نکاح سے پہلے نہ تو میں تمہاری محبت میں مبتلا تھی بلکہ...“

”ویٹس دا پوائنٹ مریم بی بی! نکاح سے پہلے۔ ہاں نکاح سے پہلے میں بھی تمہاری چاہت میں گرفتار نہیں تھا۔ تم مجھے بہت پیاری تھیں ایک دوست کی حیثیت سے گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے مگر خدا گواہ ہے کہ میں نے تمہیں ہوش اپنے گھر کا ایک فرد ہی سمجھا۔ ذہن کے بعید ترین گوشوں میں بھی کبھی کوئی الٹا سیدھا خیال نہیں آیا۔ اور یقین مانو اگر خدانخواستہ تمہاری شادی کہیں اور ہوتی تو میں ہنسی خوشی بارات کو کولڈ ڈرنکس سرو کرتا۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ نکاح کے بعد جہاں آہستہ آہستہ گھر والوں کے لیے دل میں دبی خفگی دم توڑنے لگی وہاں تمہارے متعلق کچھ خاص قسم کے جذبات بھی بیدار ہونے لگے۔ مجھے نہیں پتہ کہ یہ محبت ہے یا کچھ اور مگر میں تسلیم کرتا ہوں کہ اب میں تمہیں سوچتا بھی ہوں، چوری چھپے دیکھتا بھی ہوں۔ تمہاری پریشان شکل دیکھ کر بے چین بھی ہوتا ہوں اور تمہیں کسی بھی طرح سہی ہنستا مسکراتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر نکاح کے دو بولوں کے بعد کچھ اسی قسم کی محبت دل میں پروان چڑھتی ہے تو ہاں میں اب محبت کرنے لگا ہوں تم سے۔ اور یہ جو تمہارے آنسو ہیں نا مجھے لگ رہا ہے میرے دل پر گر رہے ہیں۔“

بات کے آخر میں اس نے مسکراتے ہوئے مریم کے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں پر جذب کیے۔

”اتنی بے یقینی سے نہ دیکھو مجھے۔ کتنا گولڈن پیریڈ تم نے شک و شبے کی نذر کر دیا۔ میں تو اویس سے وہ باتیں کر کے بھول بھی گیا اور تم نے انہیں سینے سے لگا لیا۔ بے وقوف لڑکی! بہت دفعہ ہم کسی خاص کیفیت، کسی خاص موڈ کے تابع ہو کر بہت سی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو وقت گزرنے اور موڈ بدلنے کے بعد اپنے معنی کھو دیتی ہیں۔“

”تو تم....“

”تم نہیں آپ۔“ انفر نے مسکرا کر تصحیح کی۔

”اچھا میرا ہاتھ تو چھوڑ دو اب۔“ اس نے آہستگی سے کہا۔

”لڑکی! مجھ سا شریف شخص اور کون مل سکتا تھا تمہیں!“ اس نے مسکراتے ہوئے آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”مانتی ہوں۔“ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

”چلو شکر ہے۔ مجھے بھی اقرار کا کوئی جملہ تو سننے کو ملا۔ چاہے دو حرفی ہی سہی۔“ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ تو مریم بھی مسکرا دی، ہر خدشے سے پاک مسکراہٹ۔

www.pkdigest.com